رجسٹرڈ ایل نمبر ۸۳۵

تار کا پتہ الفضل قادیان

غلام احمد قادیانی

إن الفضل بيد الله يؤتيه من يشاء ۔ عسى أن يبعثك ربك مقاما محمودا

THE ALFAZL
QADIAN

الفضل قادیان

اخبار ہفتہ میں دوبار

فی پرچہ ایک آنہ

ایڈیٹر غلام نبی

قیمت سالانہ پیشگی للعہ ۔ ششماہی للعہ ۔ سہ ماہی عار

جماعت احمدیہ کا مسلمہ آرگن جسے (۱۹۱۳ء میں) حضرت مرزا بشیر الدین محمود احمد خلیفۃ المسیح ثانی ایدہ اللہ نے اپنی ادارت میں جاری فرمایا

نمبر ۷۹ ۔ مورخہ ۲۲ر جنوری ۱۹۲۶ء ۔ یوم جمعہ ۔ مطابق ۶ر رجب المرجب ۱۳۴۴ھ ۔ جلد ۱۳

مدینۃ المسیح

سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح ثانی ایدہ اللہ بنصرہ بخیر و عافیت ہیں

صاحبزادہ مرزا شریف احمد صاحب مالیر کوٹلہ سے واپس تشریف لے آئے

لجنہ اماء اللہ (احمدی مستورات کی انجمن) نے جناب مولوی محمد الدین صاحب بی اے مبلغ امریکہ کو ۱۹ر جنوری دعوت چاء دی۔ تلاوت قرآن کریم کے بعد جو ایک خاتون نے کی ایڈریس سکرٹری صاحبہ لجنہ اماء اللہ نے بحضور حضرت خلیفۃ المسیح ثانی ایدہ اللہ تعالیٰ پڑھا جس کے جواب میں مولوی صاحب نے تقریر کی اور آخر میں حضرت خلیفۃ المسیح ثانی نے عورتوں کے معاشرتی حقوق اور ان کی تربیت کے متعلق تقریر فرمائی

۱۹ر جنوری ۱۹۲۶ء سے مبلغین کلاس کے مولوی فاضل طلباء میں تعلیم انگریزی بھی جاری کر دی گئی ہے جو مولوی محمد الدین صاحب بی اے پڑھایا کریں گے

حافظ محمد حسن صاحب عرف حافظ ریلی ۱۷ر جنوری کو بعارضہ نمونیہ فوت ہو گئے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔ مرحوم صوت نابینا تھے اور اہل بچوں سمیت ہجرت کر کے آگئے تھے۔ لوگوں کو قرآن شریف ناظرہ اور باترجمہ پڑھایا کرتے تھے۔ انہیں مقبرہ بہشتی میں دفن کیا گیا +

حضرت خلیفۃ المسیح اول رضؓ اور نبوت مسیح موعودؑ

چند دن ہوئے اخبار "پیغام صلح" میں حضرت خلیفۃ المسیح اول رضی اللہ عنہ کے ایک مکتوب کا عکس شائع کیا گیا تھا۔ چونکہ وہ ایک خط کا جواب تھا۔ اس لئے حضرت خلیفہ اول رضؓ نے اس میں اپنی عادت کے مطابق انہی امور کا مختصراً جواب دیا تھا۔ جو آپ سے پوچھے گئے تھے۔ اس میں کوئی ایسی بات نہیں۔ جس سے یہ سمجھا جائے۔ کہ آپ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کو نبی نہیں مانتے تھے۔ بلکہ اس میں یہ الفاظ موجود ہیں:-

"نبی کے معنی لغوی پیش از وقت اللہ تعالیٰ سے اطلاع پا کر خبر دینے والا ہم لوگ یقین کرتے ہیں نہ شریعت لانیوالا"

اس سے کہاں یہ ثابت ہوا۔ کہ آپ حضرت مسیح موعودؑ کو شرعی اصطلاح میں نبی نہیں مانتے تھے۔ آپ نے جس بات کی نفی کی ہے۔ وہ شریعت لانے والا نبی ماننے کی ہے۔ اور اس کا ظاہر ہے کہ حضرت خلیفہ اول رضی اللہ عنہ حضرت مسیح موعودؑ کو غیر شرعی نبی مانتے تھے۔ یہی مبایعین کا عقیدہ ہے۔

اب ہم غیر مبایعین سے یہ درخواست کرتے ہیں۔ کہ اگر وہ نبوت مسیح موعودؑ کے مسئلہ میں حضرت خلیفۃ المسیح اول رضی اللہ عنہ کی تحریروں کو حجت مانتے اور فیصلہ کن سمجھتے ہیں۔ تو براہ مہربانی اس تحریر پر غور فرمائیں۔ جو جناب ماسٹر ثناء اللہ خان صاحب بی اے ہیڈ ماسٹر گورنمنٹ ہائی سکول عیسیٰ خیل نے اپنے اس مضمون میں پیش فرمائی ہے۔ جو انہوں نے حضرت خلیفۃ المسیح ثانی ایدہ اللہ تعالیٰ کی خدمت میں بیعت کا عریضہ لکھتے ہوئے نقل کی ہے۔ اور جو ان کے سے اہل علم پر جوش انسان کے لئے اختلافی مسائل میں راہ صواب دکھانے کا موجب ہوئی ہے ×

مُبایعین حق پر ہیں

جناب ماسٹر ثناء اللہ خان صاحب بی اے کی بیعت خلافت

بخدمت حضرت میاں صاحب سلمہ اللہ تعالیٰ

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔ الحمد للہ۔ آج آپ کی تقریباً سات سالہ مخالفت کے بعد تائب ہوتا ہوا آپ کی جماعت میں داخل ہو کر آپ کے ہاتھ پر بیعت کرتا ہوں۔ میں نے آپ کی شدید سے شدید مخالفت کی۔ اخبار پیغام صلح میں مضامین پر مضامین نکالے۔ ان تمام تحریرات سے توبہ کرتا ہوا آپ کی جماعت کی لڑی میں منسلک ہونا اپنی خوش قسمتی سمجھتا ہوں۔ جس بات نے مجھے آپ کے سلسلہ میں داخل ہونے پر مجبور کیا ہے۔ وہ اخبار پیغام صلح لاہور کا پرچہ مورخہ ۲۳ دسمبر ۱۹۲۵ء ہے جس میں حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی نبوت کے ابطال میں ناخنوں تک زور لگایا گیا ہے۔ اور دوسری طرف میری خوش قسمتی سے میرے والد مرحوم بزرگوار مولوی حکیم عبدالکریم صاحب کے فائلوں میں ایک پرچہ اخبار بدر مورخہ ۱۸ جولائی ۱۹۱۰ء کا مل گیا ہے۔ اس پرچہ نے میرے تمام شبہات کا ازالہ کر کے مجھے اس یقین پر قائم کر دیا ہے کہ آپ بالکل صحیح عقائد پر ہیں۔ میرے والد مرحوم جن کے انتقال کو ابھی چند ماہ ہی ہوئے ہیں۔ بھی مبائعین میں شامل تھے۔ پہلے تو اخبار پیغام صلح پڑھ کر ارادہ تھا کہ مکرمی مولانا مولوی محمد علی صاحب سے استفسار کروں۔ لیکن اخبار بدر کو دیکھ کر جس میں حضرت خلیفۃ المسیح اول مولانا مولوی حکیم نور الدین صاحب رضی اللہ عنہ کا ایک مکتوب درج ہے۔ مجھے کسی استفسار کی ضرورت نہیں رہی۔ میرے والد مرحوم اور میرے چچا مولوی حکیم فضل کریم صاحب مجھے بہتیری تبلیغ کرتے تھے۔ لیکن میں ان کو اس بات میں حق پر خیال نہ کرتا تھا۔ میرے خسر حضرت مولوی محمد صاحب موذن لاہور بفضل خدا زندہ ہیں۔ اور جو آپ سے گہری عقیدت رکھتے ہیں۔ انہوں نے بھی کئی دفعہ مجھے سمجھایا۔ لیکن جب تک کہ اللہ تعالیٰ اپنا فضل نہ کرے۔ انسان کچھ نہیں کر سکتا۔ اندریں حالات میری بیعت قبول فرمائیں۔ اور میری استقامت کے لئے دعا فرمائیں۔ تاکہ اللہ تعالیٰ مجھے اسی عقیدہ پر قائم رکھے۔ میں اور میرے ہر دو بچے آپ کی بیعت میں شامل ہوتے ہیں۔ اب میں ہو بہو حضرت خلیفہ اول رضی اللہ عنہ کا مکتوب مندرجہ بدر نقل کرتا ہوں۔ شاید اور کسی بھائی کو بھی اس سے فائدہ ہو جائے اور میں چاہتا ہوں کہ اس خط کو نقل کر کے اشتہار کی صورت میں تقسیم کیا جائے۔ شاید کسی سعید روح کو اپیل کر جائے۔

وہ خط یہ ہے :-

خلاصہ سوالات :- کیا مسیح موعودؑ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے منکر برابر ہیں۔ لا نبی بعدی کے معنے کیا ہیں۔ اگر نبی آ سکتا ہے تو ابوبکر وغیرہ نبی کیوں نہ ہوئے۔

جواب:- میاں صاحب! السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔ آپ کے سوالات پر خاکسار کو تعجب آتا رہا۔ مجھے معلوم نہیں کہ آپ مقلد ہیں یا غیر مقلد ہیں پھر آپ کی استعداد کس قدر ہے جوابات کے لئے مخاطب کی حالت اگر معلوم ہو۔ تو مجیب کو بہت آرام ملتا ہے۔

بہرحال گذارش ہے کہ آپ کفر دون کفر کے قائل معلوم ہوتے ہیں۔ کیونکہ آپ نے کفر کے مساوات کا تذکرہ خط میں بہت فرمایا ہے۔ میاں صاحب! رسولوں میں تفاضل تو ضرور ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے :- تلک الرسل فضلنا بعضھم علٰی بعض۔ ابتدا پارہ تیسرا۔ جب رسل میں مساوات نہ رہی۔ تو ان کے انکار کی مساوات بھی آپ کے طرز پر نہ ہوگی۔ تو آپ ایسا خیال فرمالیں کہ موسیٰ علیہ السلام کے مسیح کا منکر جس فتویٰ کا مستحق ہے۔ اس سے بڑھکر خاتم الانبیاء کے مسیح کا منکر ہے۔ صلوٰۃ اللہ علیہم اجمعین۔

میاں صاحب! اللہ تعالیٰ مومنوں کی طرف سے ارشاد فرماتا ہے۔ کہ ان کا قول ہوتا ہے۔ لا نفرق بین احد من رسلہ۔ اور آپ نے بلاوجہ یہ تفرقہ نکالا کہ صاحب شریعت کا منکر کافر ہو سکتا ہے۔ اور غیر صاحب شرع کا کافر نہیں مجھے اس تفرقہ کی وجہ معلوم نہیں ہوئی۔

نیز عرض ہے۔ خلفا کے منکر پر بھی کفر کا فتویٰ قرآن مجید میں موجود ہے۔ آیت خلافت جو سورہ نور میں ہے۔ اس میں ارشاد الٰہی ہے۔ ومن کفر بعد ذالک فاولٓئک ھم الفاسقون۔ اور فاسق کو اللہ تعالیٰ نے مومن کے بالمقابل رکھا ہے۔ ارشاد ہے۔ افمن کان مومناً کمن کان فاسقاً۔ بلکہ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسولوں میں تفرقہ کنندہ کو قرآن کریم نے کافر فرمایا ہے۔ پارہ ۶ میں ہے یفرقون بین اللہ ورسلہ۔ پھر فرمایا ہے۔ اولٓئک ھم الکافرون حقاً۔ یہاں تفرقہ بین اللہ وبین الرسل ہی کفر کا باعث قرار دیا ہے۔ جن دلائل ووجوہ سے ہم لوگ قرآن کریم کو مانتے ہیں۔ انہیں دلائل ووجوہ سے ہمیں مسیح کو ماننا پڑا ہے۔ اگر دلائل کا انکار کریں تو اسلام ہی جاتا ہے۔ آپ اس آیت پر غور فرماویں۔ واذا قیل لھم امنوا بما انزل اللہ قالوا نؤمن بما انزل علینا ویکفرون بما وراءہ وھو الحق مصدقاً لما معھم۔ دلائل کی مساوات پر مدلول کی مساوات کیوں نہیں مانی جاتی کیا آپ کے نزدیک مسلم رسل جو صاحب شریعت نہیں۔ ان کا انکار بھی کفر نہیں۔ میرے خیال میں میں اور اکثر عقلمند مرزائی یہ نہیں مانتے۔ کہ تمام مساوی ہیں۔ کفر دون کفر کے قائل ہیں۔

دوسرے سوال کا جواب عرض ہے۔ نازل ہونیوالے عیسیٰ بن مریم کو حضرت نبی کریم صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے نبی اللہ فرمایا ہے۔ نیز ان الہامات ووحیوں نے جو مرزا صاحب کو منجانب اللہ ہوئیں اگر آپ احادیث کو مانتے ہیں۔ تو آپ لا ایمان لمن لا امانۃ لہ۔ ولا دین لمن لا عہد لہ۔ لا صلوٰۃ الا بفاتحۃ الکتاب۔ لا نکاح الا بولی۔ لا حد الا فی ثنتین میں غور فرماؤ۔ کیا یہ نفی آپ کے نزدیک عموم رکھتی ہے پھر غور کرو۔ اور قرآن کریم میں تو خاتم النبیین بفتح تا ہے۔ خاتم بکسرہ تا نہیں۔ بھلا میاں صاحب ! الیقتلون النبیین میں آپ عموم کے قائل ہیں یا تخصیص کے۔ کسی شخص کو نبی کہنا خدا کے اختیار میں ہے۔ انسان کے اختیار میں نہیں۔ ابوبکر کو نبی نہیں کہا گیا اور مسیح موعودؑ کو کہا گیا۔ اسی پر بس کرتا ہوں۔ یار باقی صحبت باقی۔ دستخط نور الدین۔ ۲۵ جولائی ۱۹۱۰ء

حضرت میاں صاحب! یہی میرے اعتراضات تھے۔ جن کا جواب حضرت خلیفہ اول نے دیدیا ہے۔ میں مکرمی مولوی محمد علی صاحب اور ان کے رفیقوں کی خدمت میں بھی یہی عرض کروں گا۔ کہ اگر مان بھی لیا جائے۔ کہ حضرت مسیح موعود کی تحریروں میں محکمات اور متشابہات ہیں۔ لیکن ساری جماعت احمدیہ میں حضرت مولوی نور الدین صاحب رضی اللہ عنہ سے بڑھکر آپ کی تحریروں کو سمجھنے والا نہیں ہو سکتا۔ اس لئے آپ بھی اس تحریر پر غور فرمائیں۔

واللہ اگر انہی سوالوں کا آپ یا آپ کی جماعت سے کوئی صاحب جواب دیتے تو مجھے شک ہوتا۔ اور میں سمجھتا کہ یہ جوابات طرفداری پر مبنی ہیں۔ لیکن حضرت خلیفہ اول کا قطعی طور پر ان تمام متنازعہ فیہ امور کے متعلق فیصلہ کر دینا کم از کم میرے لئے ہدایت کا موجب ہوا ہے۔ اگرچہ میں بہت آزاد خیال ہوں۔ لیکن اب مجھے اس حجت کے ہوتے ہوئے کوئی راستہ انکار کا نظر نہیں آتا۔ اور اس تحریر کے ہوتے ہوئے کسی کو چون و چرا کی حاجت نہیں اور یا پھر نعوذ باللہ حضرت خلیفہ اولؓ نے دروغ بیانی سے کام لیا ہو۔ میرے متعلق اعلان کے طور پر اور لوگوں کی اس غلط فہمی کو دور کرنے کے لئے کہ میرا تعلق جماعت لاہور سے ہے اس خط کو بجنسہٖ براہ مہربانی اخبار الفضل میں شائع کرا دیں۔ دوسرے شاید کسی اور کے لئے بھی ہدایت کا باعث ہو جائے۔ خاکسار ثناء اللہ خان

بسم اللہ الرحمن الرحیم
الفضل
یوم جمعہ - قادیان دارالامان ۲۲ جنوری ۱۹۲۶ء

سلطان ابن سعود اور حجاز کی بادشاہی

سلطان ابن سعود کے متعلق اس خبر نے کہ انہوں نے حجاز اور مکہ کا بادشاہ ہونے کا اعلان کر دیا ہے۔ مرکزی خلافت کمیٹی کے ان ذمہ دار کارکنوں میں سخت تشویش اور خوف پیدا کر دیا ہے۔ جو اس وقت تک سلطان موصوف کی بڑی شد و مد کے ساتھ تائید اور حمائت کرتے رہے ہیں اور جنہوں نے ان کے افعال کو جائز اور درست قرار دینے کے لئے کوشش اور سعی کا کوئی دقیقہ فروگذاشت نہیں کیا۔ یہ سب کچھ وہ اس خیال سے کر رہے تھے۔ کہ سلطان ابن سعود حجاز کی حکومت کے متعلق ایک عام مجلس مشاورت منعقد کر کے اس کی رائے کے ماتحت فیصلہ کرینگے۔ کہ وہاں کس قسم کی حکومت ہونی چاہیئے اور سلطان موصوف نے خلافت کمیٹی۔ جمعیۃ العلماء اور جماعت اہل حدیث کو دعوت بھی دی تھی۔ کہ وہ اپنے نمائندے منتخب کر کے روانہ کر دیں۔ اسی بناء پر مولوی ثناء اللہ صاحب نے اپنے اخبار اہل حدیث ۱۵ جنوری ۱۹۲۶ء میں بنام شیخ مشیر حسین صاحب قدوائی کے نام جو کھلی چٹھی لکھی۔ اس میں لکھا

"آپ کو معلوم ہو گا کہ سلطان عبد العزیز ابن سعود نے مؤتمر (اسلامی کانفرنس) میں ہندوستان سے تین نمائندے طلب فرمائے ہیں۔ جو عنقریب منتخب ہو کر جائیں گے میری ذاتی رائے یہ ہے کہ انجمن خدام الحرمین انتظام حجاز کی کوئی عمدہ سکیم تیار کر کے دو تین ممبروں کی معرفت ان تین نمائندوں کے سامنے پیش کر کے تبادلہ خیالات کرے۔"

اس سے معلوم ہو سکتا ہے کہ ادہر تو ابھی مؤتمر کے لئے تیاریاں ہی ہو رہی تھیں۔ اور ادہر فیصلہ بھی ہو گیا اور سلطان ابن سعود نے بغیر مجلس خلافت وغیرہ کی صلاح اور مشورہ کے اپنے آپ کو حجاز اور مکہ معظمہ کا بادشاہ قرار دے دیا۔ اس خبر سے مرکزی خلافت کمیٹی خوف و ہراس میں پھنس گئی ہے۔ جس کا پتہ معاصر ہمدرد (۱۳ جنوری) کے ان الفاظ سے لگ سکتا ہے۔ جو اس نے سلطان ابن سعود کے بادشاہ بن جانے کی خبر کے متعلق "ایک نہایت اندوہناک خبر" کے عنوان سے سیاہ جلی جدول میں شائع کئے ہیں۔ اور جو یہ ہیں :-

"ہندوستان کے مسلمانوں کو چاہیئے کہ خداوند کریم کی کارسازی پر بھروسہ رکھیں۔ اور اس سے مایوس نہ ہوں۔ جو کچھ کیا جائے۔ سوچ سمجھ کر کیا جائے نہ کہ حالت اضطراب و سرگردانی میں۔ ہمیں مولانا ابو الکلام صاحب آزاد صدر خلافت کمیٹی کی اجازت کا انتظار ہے۔ جونہی اجازت آئی۔ انشاء اللہ ہمدرد اور دیگر قومی اخبارات میں وہ تمام اطلاعیں شائع کر دی جائینگی۔ جو اب تک دفتر خلافت کو موصول ہوئی ہیں۔ جس سے ہر شخص سمجھ لیگا کہ بحمد اللہ خلافت کمیٹی بغیر تذبذب یا تزلزل کے برابر اس مسلک پر قائم رہی ہے۔ جو اس نے غور و خوض کے بعد ۵ اکتوبر ۱۹۲۵ء کو اس مسئلہ میں اپنا مسلک قرار دیا تھا۔"

اگرچہ یہ الفاظ بہت پیچ پیچ کر لکھے گئے ہیں۔ لیکن ان سے معلوم ہو رہا ہے کہ خلافت کمیٹی ایک ایسا کروٹ لینے والی ہے جو ایک نئی پارٹی کے پیدا ہونے کا موجب ہو گا۔ اور مسلمانوں میں فتنہ کا ایک اور دروازہ کھل جائے گا۔ اب بہتر صورت تو یہی ہے۔ کہ اگر خلافت کمیٹی سلطان ابن سعود کو اپنی تائید اور حمایت کا مستحق نہیں سمجھتی۔ تو خاموش ہو کر بیٹھ جائے۔ نہ کہ ان کے خلاف شور مچانا شروع کر دے کہ اس سے سوائے رسوائی کے کچھ حاصل نہ ہو گا۔

اگر آج تک کی ٹھوکروں سے خلافت کمیٹی کو اپنی اصلی طاقت اور قوت کا اندازہ ہو گیا ہے۔ اور اپنے اثر اور اقتدار کو سمجھ گئی ہے۔ تو امید رکھنی چاہیئے۔ کہ سلطان ابن سعود کے خلاف علم جہاد بلند کرنے کی جرأت نہ کریگی۔ اور گوشہ گمنامی میں روپوش ہو جائیگی۔ لیکن اگر اس نے ایسا نہ کیا۔ اور اپنی قوت اور زور سے سلطان ابن سعود کے سر سے حجاز کی حکومت کا تاج چھیننے کی کوشش کی۔ تو اس کا بھی وہی انجام ہو گا۔ جو اس کی پہلی کوششوں کا ہو چکا ہے۔

دراصل خلافت کمیٹی کو اپنی طاقت اور قوت کے متعلق جو غلط خیال ہے۔ وہی اس کی بہت سی ناکامیوں کا باعث ہوتا ہے۔ بھلا کارکنان خلافت اتنا تو سوچیں کہ اگر کوئی ان کی بات نہ ماننا چاہیئے۔ اور اپنا فائدہ دوسری صورت میں سمجھے۔ تو ان کے پاس کونسی طاقت ہے۔ جس سے وہ منوا سکتے ہیں۔ پھر خواہ مخواہ کے ڈراوے دینے سے کیا فائدہ؟

گاندھی جی کی سیاسیات سے علیحدگی

گاندھی جی نے ایک سال کے لئے کانگریس سے علیحدہ رہنے یعنی سیاسیات میں دخل نہ دینے کا اعلان کر دیا ہے۔ جس سے ظاہر ہے کہ انہیں اپنے مجوزہ پروگرام کے ذریعہ کامیابی ... [illegible] ... امید نہیں رہی۔ اور انہوں نے انتہائی مایوسی کے عالم میں وہی کچھ کیا ہے۔ جو ایک ظاہری اسباب پر نظر رکھنے والا انسان ایسی حالت میں کر سکتا ہے۔

کیا وہ لوگ جو مہاتما جی کو ان کے چند روزہ عروج کے زمانہ میں انبیاء سے بڑھکر درجہ دینے کی لغویت کا ارتکاب کرتے رہے ہیں۔ ان کی اس شاندار پسپائی کو دیکھ کر اپنی رائے تبدیل کرینگے اور سمجھ لینگے۔ کہ مہاتما جی بیچارے دیگر دنیا دار لوگوں سے زیادہ کوئی خصوصیت نہیں رکھتے۔ اور ان کو وہ دقار ہستیوں سے انہیں کوئی بھی نسبت نہیں ہے جو ظاہری حالات اور واقعات کو اپنے مقصد اور مدعا کے خلاف پا کر کبھی ایک انچ بھی اپنی جگہ سے نہیں ہٹے۔

گذشتہ زمانوں کو چھوڑ کر اسی زمانہ میں دیکھ لو۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے کن حالات میں اسلام کو غالب اور برتر کرنے کا دعوےٰ کیا۔ کس بے سروسامانی میں آپ اس مقصد کو لیکر کھڑے ہوئے۔ اور کیسی کیسی مشکلات اور روکاوٹیں آپ کو پیش آئیں۔ لیکن کوئی بتا سکتا ہے۔ کبھی ایک لمحہ کے لئے بھی آپ نے اس مقصد کو اپنی آنکھوں سے اوجھل ہونے دیا۔ ہرگز نہیں۔ اس کی وجہ کیا تھی۔ یہی کہ آپ کی نظر دنیا دار لوگوں کی طرح دنیاوی اسباب اور ذرائع پر نہ تھی۔ بلکہ اس ہستی پر تھی۔ جو تمام اسباب کی خالق اور مالک ہے۔ اور جس نے آپ کو کھڑا کیا تھا۔ یہ بات کسی ایسے شخص کو کیونکر حاصل ہو سکتی ہے جس کا سہارا محض دنیوی اسباب ہوں۔ یہی وجہ ہے کہ گاندھی جی ناکامی پر ناکامی دیکھکر مایوس ہو گئے۔ اور اپنے پیارے سوراج کی حسرت دل میں لئے ہوئے سیاسیات سے علیحدہ ہو گئے ہیں۔

روحانی راہنما کی ضرورت

مولانا محمد علی کا اخبار ہمدرد (۱۲ جنوری) گاندھی جی کی سیاسیات سے علیحدگی کا افسوسناک الفاظ میں ذکر کرتا ہوا لکھتا ہے:-

"اس میں شک نہیں کہ ان کا تعمیری پروگرام ہمارے پاس موجود ہے لیکن قواعد جنگ کی کتابوں کی جلدیں سپاہیوں میں نہ ہمت پیدا کر سکتی ہیں نہ دلاوری۔ سپاہیوں کو موت سے بے پروا کر کے آگے بڑھانے والی چیز ان کا جرنل ہوتا ہے۔"

ہم اس کلیہ کی بناء پر ایک اور طرف توجہ دلانا چاہتے ہیں۔ اور وہ یہ کہ اگر قواعد جنگ کی کتابیں بغیر جرنل کے کام نہیں آ سکتیں اور اسی وجہ سے گاندھی جی کے بغیر ان کا تعمیری پروگرام کام نہ آ سکے گا۔ تو روحانیات کے متعلق یہ کس طرح کہا جا سکتا ہے کہ ان کیلئے قرآن کریم کا ہونا کافی ہے کسی روحانی مصلح کی ضرورت نہیں ہے۔ یہی اصل نتیجہ اس امر سے بھی چسپاں ہو سکتا ہے کہ صرف قرآن کریم کی

موجودگی دنیا کے ہدایت پانے اور ضلالت سے بچنے کے لئے کافی نہیں۔ بلکہ اس کے لئے ایک مسیح کی ضرورت تھا۔ اگر صرف قرآن کریم کی موجودگی مسلمانوں کو گمراہی سے بچا سکتی ہے تو آج ان کی یہ حالت کیوں ہوتی جو نظر آرہی ہے۔ پس ضرورت تھی کہ قرآن کریم پر عمل کرانے اور اس کی صحیح تعلیم بتانے کے لئے خدا تعالیٰ اپنا کوئی برگزیدہ مبعوث کرتا۔ چنانچہ اس نے حضرت مرزا صاحب کو اسی کام کے لئے مبعوث کیا۔ لیکن افسوس مسلمان گاندھی جی کی سیاسیات سے علیحدگی پر تو رنج محسوس کر رہے اور کہہ رہے ہیں کہ ان کے بغیر ان کا پروگرام کام نہ دے سکیگا۔ لیکن خدا تعالیٰ کے برگزیدہ کی بعثت کی ضرورت نہیں سمجھتے۔ یہ نتیجہ ہے اس امر کا کہ مسلمانوں نے دنیا کو دین پر مقدم کر لیا ہے۔ وہ دنیا کے عارضی اور فانی فوائد کے حصول کے لئے تو ایک راہ نما ایک لیڈر اور ایک قائد کی ضرورت سمجھتے۔ لیکن اپنی دینی اور روحانی اور آخرت کی بھلائی کے لئے وہ کسی ہادی کا اپنے آپ کو محتاج نہیں قرار دیتے۔

غیر مبائعین کے اخلاق

اخبار پیغام صلح ۸ جنوری میں ایک شخص محمد نصیب صاحب نے "قادیان میں منچلے" کے عنوان سے ایک مضمون شائع کرایا ہے جس میں "بدسلوکی اور بد اخلاقی" کا الزام مبائعین پر لگاتے ہوئے اس کے ایک ایک لفظ سے اپنی خوش اخلاقی اور اعلیٰ شرافت و تہذیب کا جو ثبوت دیا ہے۔ وہ نہایت ہی عجیب ہے۔ آپ الفضل کی وہ عبارت نقل کرنے کے بعد جو ۵ جنوری کے اخبار میں سالانہ جلسہ کی مختصر روئداد کے سلسلہ میں غیر مبائعین کے دوکان لگانے کے متعلق شائع ہوئی تھی۔ لکھتے ہیں:۔

"یہ عبارت جو سراسر جھوٹ اور افترا پر مبنی ہے۔ اور اپنے اوپر سے محض الزام دور کرنے کی خاطر گھڑی گئی ہے پڑھکر ہمیں سخت رنج و افسوس ہوا۔ انا للہ و انا الیہ راجعون۔ وہ قوم جو حضرت مسیح موعود علیہ السلام اسلام اور احمدیت کے مدعی ہو۔ اور ساری دنیا کی اصلاح کا بیڑا اس نے اٹھایا ہو اسی قوم کے اخبار کے ایڈیٹر کی یہ حالت ہو۔ کہ اول تا آخر سراسر افترا پردازی سے کام لے۔ اور چالاکیوں کے بھی کان کترے۔ اور کذب بیانی کے وقت خدا کا کوئی خوف مدنظر نہ ہو۔ اس سے جہاں بھر کی اصلاح کی کیا توقع ہو سکتی ہے۔ یہ محض ڈھکوسلہ ہی دعویٰ ہے۔ اور دنیا میں شور ڈالنے اور دکھلانے کی باتیں ہیں۔ ورنہ سمجھ نہیں آتا کہ ایسے وقت راست گوئی سے مطلق کام نہ لیا جائے۔ اور ایسی جرأت سے جھوٹ کی نجاست پر منہ مارا جائے۔"

ہم پر بداخلاقی اور بدسلوکی کا الزام لگا کر آگے اس کا ثبوت اسی طرح دیا جا سکتا ہے۔ جس طرح مذکورہ بالا الفاظ میں دیا گیا ہے تو ہم شیخ محمد نصیب صاحب سے کہینگے۔ کہ اگر کچھ کسر رہ گئی ہو تو اسے بھی پورا کریں۔ تا صحیح نتیجہ اخذ کرنے والوں کو زیادہ آسانی اور سہولت حاصل ہو جائے ٭

مؤکد بعذاب قسم کا مطالبہ

جن الفاظ پر شیخ صاحب نے اس قدر خفگی اور ناراضگی کا اظہار کیا ہے۔ اور جن کا کوئی جواب دینے کی بجائے ہم سے "مؤکد بعذاب قسم" کھانے کا مطالبہ کیا گیا ہے۔ ان کے متعلق گذارش ہے کہ ہم بڑی خوشی سے اس مطالبہ کو پورا کرنے کے لئے تیار ہیں۔ بشرطیکہ شیخ صاحب جناب مولوی محمد علی صاحب کو بھی مؤکد بعذاب قسم کے لئے آمادہ کر سکیں۔ ہم سے تو ایک نہایت معمولی سی بات کے لئے یہ مطالبہ کیا گیا ہے۔ لیکن ہم ایسے اہم اور ضروری امور کی نسبت مؤکد بعذاب قسم کا مطالبہ کرینگے۔ جن کا اثر آپس کے اختلافی مسائل پر بہت بڑا ہو گا۔ اس کے متعلق یہ نہیں کہا جا سکتا کہ ہمارا یہ مطالبہ مولوی محمد علی صاحب سے نہیں ہونا چاہیئے۔ ہم کسی اور سے یہ مطالبہ پورا کریں۔ کیونکہ اگر "مؤکد بعذاب قسم" سے کسی امر میں فیصلہ ہو سکتا تھا۔ اور اسی لئے یہ طریق شیخ محمد نصیب صاحب نے پیش کیا ہے تو کیا وجہ ہو۔ جناب مولوی محمد علی صاحب اسی طریق پر عمل پیرا ہو کر بعض نہایت ضروری اور اہم اختلافی امور کا جو خاص انہی کی ذات سے تعلق رکھتے ہیں فیصلہ نہ فرمائیں۔

پس شیخ محمد نصیب صاحب جناب مولوی محمد علی صاحب سے یہ امر طے کر کے اطلاع دیں۔ تا ہم بھی وہ امور پیش کریں۔ جن کے متعلق ان سے مؤکد بعذاب قسم لینا چاہتے ہیں۔ ہم اپنے اس مطالبہ کے پورا ہونے سے قبل شیخ صاحب کا مطالبہ پورا کر دینگے۔ انشاء اللہ تعالیٰ مگر ہمیں یہ اطمینان ضرور دلا دیا جائے کہ ہمارے مطالبہ کی طرف بھی توجہ فرمائی جائیگی۔ اور جناب مولوی محمد علی صاحب کو اس کے پورا کرنے میں کوئی عذر نہیں ہوگا ٭

بلا ثبوت جھوٹ

شیخ صاحب نے اپنے مضمون کے آخر میں دوسروں پر جھوٹ بولنے کا الزام لگاتے ہوئے خود بڑی جرأت سے اس کا ارتکاب کیا ہے اور بلا ثبوت ایسی باتیں مبائعین کی طرف منسوب کی ہیں۔ جن کا ان کے پاس قطعاً کوئی ثبوت نہیں ہے۔ چنانچہ لکھتے ہیں:۔

"(۱) ان میں منچلے پیدا ہو رہے ہیں۔ جو اس پارٹی میں داخل ہو کر اپنے دوستوں کی ملاقات کے لئے جاتے۔ اور موقع پاکر سینکڑوں کا مال چرا کر بھاگ آتے ہیں۔ اور گرفتار ہو کر مقدمہ بازی تک نوبت پہنچتی ہے"

کیا شیخ صاحب ان نہایت گندے اور ناپاک الزامات کا کوئی ثبوت پیش کر سکتے ہیں۔ ہم اس کے متعلق مؤکد بعذاب قسم کا مطالبہ نہیں کرتے۔ اور نہ ان کے متعلق وہ الفاظ استعمال کرتے ہیں۔ جو انہوں نے ہمارے خلاف بلاوجہ استعمال کئے ہیں۔ صرف وہ ثبوت چاہتے ہیں۔ جس کی بنا پر انہوں نے یہ الزام لگائے ہیں۔ اور اگر انہوں نے کوئی ثبوت پیش نہ کیا۔ اور ہم دعویٰ کے ساتھ کہہ سکتے ہیں کہ وہ کوئی ثبوت نہیں پیش کر سکتے۔ تو انہیں سمجھ لینا چاہیئے۔ کہ جو کچھ انہوں نے اس مضمون میں ہمارے خلاف در افشانی کی ہے۔ اس کے اصل مستحق وہ اور ان کے ساتھی ہی ہیں۔ اور در اصل انہوں نے آئینہ میں اپنی شکل دیکھ کر اسی کے متعلق سب کچھ کہا ہے ٭

آریہ گزٹ کا غلط اعتراض

آریہ اخبارات ہمارے خلاف جس قسم کے اعتراضات کرتے ہیں ان کو پڑھکر حیرت ہوتی ہے کہ کس عقل و علم کی بنا پر وہ کئے جاتے ہیں۔ مثلاً آریہ گزٹ اپنے تازہ پرچہ ۲ ماگھ میں لکھتا ہے:۔

"قادیان کے ڈاک خانہ میں اب تار کا سلسلہ بھی لگ گیا ہے۔ اس کے متعلق موجودہ خلیفہ صاحب نے اپنے بھگتوں کو ایک تار بھیجا ہے۔ جس میں لکھا ہے کہ تار کا قادیان میں آنا بھی مرزا غلام احمد مسیح موعود کی پیشگوئیوں کا پورا ہونا ہے لیکن ہم افسوس سے کہتے ہیں کہ آج کل قادیان کے احمدی مرزا صاحب کی پیشگوئی کے خلاف ایک عمل کر رہے ہیں۔ اور وہ یہ کہ مرزا صاحب کے متعلق مشہور ہے کہ انہوں نے یہ پیشگوئی کی تھی۔ کہ قادیان کی سڑک پر گڑھے پڑے رہینگے اور خراب رہیگی۔ لیکن اب احمدی اس کوشش میں ہیں کہ یہ سڑک پختہ بن جائے۔ ضروری ہے کہ اس سڑک کو پختہ نہ بنایا جائے۔ بلکہ مرمت ہونے پر اسے کھود ڈالا جائے"

معلوم ہوتا ہے۔ یہ سطور محض اس شوق میں لکھی گئی ہیں۔ کہ احمدیت کے خلاف کچھ نہ کچھ ضرور لکھا جائے۔ خواہ وہ معقولیت سے کتنا ہی دور کیوں نہ ہو۔ آریہ معاصر کو معلوم ہونا چاہیئے کہ حضرت مرزا صاحب کی یہ پیشگوئی نہیں ہے کہ قادیان کی سڑک پر گڑھے پڑے رہینگے۔ بلکہ یہ ہے کہ قادیان میں اس کثرت سے لوگوں کی آمد و رفت ہوگی کہ رستوں میں گڑھے پڑ جائینگے۔ اور جب کثرت سے آمد و رفت ہو۔ تو پکی سڑک پر بھی گڑھے پڑ جاتے ہیں۔ پس قادیان کی سڑک پکی بن جانے سے پیشگوئی غلط نہیں نکلیگی بلکہ اور وضاحت سے پوری ہوگی۔ کہ باوجود پکی سڑک ہونے کے آنے جانے والوں کی کثرت سے اسمیں گڑھے پڑ جایا کرینگے ٭

روئداد جلسہ سالانہ جماعت احمدیہ ۱۹۲۵ء

۲۶ر دسمبر ۱۹۲۵ء

پہلا دن۔ دوسرا اجلاس

سکھ ازم

تقریر شیخ محمد یوسف صاحب اڈیٹر اخبار نور قادیان

سکھوں کے متعلق تین قسم کے خیالات

صاحبان! سکھ مذہب کے متعلق اس وقت تین قسم کے خیالات کام کر رہے ہیں۔ ہندو کہتے ہیں۔ سکھ عین ہندو ہیں۔ سکھ خود کہتے ہیں۔ کہ نہ ہم ہندو ہیں نہ مسلمان۔ ہم ان ہردو سے الگ ہیں۔ مسلمان کہتے ہیں۔ کہ باوا نانک ایک مسلمان بزرگ تھے۔ اس لئے سکھ مسلمانوں کے قریب ہیں۔ اب ہم دیکھتے ہیں۔ کہ یہ جو تین مدعی ہیں۔ ان میں سے کون حق پر ہے اور کون ناحق پر ۔

لیکچر کی تقسیم

یہ دیکھنے کے لئے کہ فی الحقیقت باوا صاحب مسلمان تھے یا ہندو۔ میں نے مضمون کو نو شقوں پر تقسیم کیا ہے۔ اور یہ شقیں مسلمانوں اور ہندوؤں کے عقائد کے متعلق ہیں۔

نمبر	مسلمان مانتے ہیں	اسکے بالمقابل	ہندو مانتے ہیں
۱	کلمہ طیبہ	"	جنتر منتر
۲	نماز	"	گائیتری وغیرہ
۳	قرآن شریف	"	وید مقدس
۴	رسول	"	دیوی دیوتا
۵	حج	"	تیرتھ یاترا
۶	خدا	"	اوتار

۷۔ اسلام اور ہندو ازم پر باوا نانک کا بحیثیت مجموعی تبصرہ
۸۔ باوا صاحب کے مسلمان ہونے کے متعلق سکھوں کی گواہی اور اس بات کا تاریخی ثبوت
۹۔ جنم ساکھی اور گرنتھ صاحب میں مسیح موعود علیہ السلام کیلئے پیشگوئی

ان سب پر میں ایک نظر ڈالتا ہوں۔ کہ کیا باوا صاحب ان امور کو مانتے تھے۔ جو مسلمان مانتے ہیں۔ یا ان امور کو جنہیں ہندو مانتے ہیں:۔

مضمون کا سیاسی پہلو

آج جبکہ سیاست کا زور ہے۔ اور ہر ایک شخص چاہتا ہے۔ کہ میری طاقت بڑھ جائے۔ ہندوؤں نے اس بات پر زور دینا شروع کر دیا ہے۔ اور وہ متواتر اس بات پر زور دیئے جا رہے ہیں۔ کہ سکھ ہندو ہیں۔ اور انہیں ہندوؤں سے مل جانا چاہیئے۔ اور ان کے لیکچراروں کا اس وقت زیادہ زور اسی بات پر ہے۔ چنانچہ مجھے لالہ لاجپت رائے سوامی شردھانند اور پنڈت مالویہ جی کے لیکچر سننے کا اتفاق ہوا ہے۔ وہ چاہتے ہیں۔ کہ کسی طرح سکھوں کو اپنے ساتھ ملا لیں۔ ہندو لیکچرار سکھوں کو یہ بتانا چاہتے ہیں۔ کہ وہ ہندو ہیں۔ اور یہ بتا کر انہیں اپنے ساتھ ملانا چاہتے ہیں۔ مگر حقیقت یہ ہے کہ سکھ ہندو نہیں۔ انکی مستند کتابوں سے یہ ظاہر ہوتا ہے۔ کہ سکھ مذہب کے بانی مسلمان تھے۔ اور اسلام کے احکام مانتے تھے اور انہیں کو پسند کرتے تھے ۔

کلمہ طیبہ

اب میں پہلے کلمہ طیبہ کو لیتا ہوں۔ کلمہ طیبہ کی مسلمانوں کے ہاں کیا عظمت ہے۔ اور اس کا کیا درجہ ہے۔ یہ اس سے ہی ظاہر ہے۔ کہ مسلمان اسے ایمان کی روح مانتے ہیں۔ اور عام طور پر وہی لوگ اسے پڑھتے ہیں۔ جو مسلمان کہلاتے ہیں۔ باوا صاحب اس کلمہ طیبہ کے متعلق جنم ساکھی بھائی بالا صفحہ ۲۲ پر فرماتے ہیں ؎

کلمہ اک یاد کر اور نہ بھاکھو بات
نفس ہوائی رکن دین تس سیتی ہوئیں مات

یہ پنجابی زبان ہے۔ جسے ہمارے ہندوستان کے دوست شائد نہ سمجھ سکتے ہوں۔ اسلئے میں اردو میں مطلب بیان کرتا ہوں۔ باوا صاحب فرماتے ہیں۔ یہ کلمہ طیبہ ہی ہے۔ جسکی برکت سے نفسانی خواہشات دور ہو جاتی ہیں۔ اور انسان نجات اور ہدایت حاصل کر سکتا ہے ۔ ہو سکتا ہے۔ کہ سکھ صاحبان یا کوئی اور یہ کہہ دے۔ کہ اس کلمہ سے مراد کلمہ طیبہ لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ نہیں۔ بلکہ کوئی اور کلمہ ہے۔ لیکن میں بتاتا ہوں۔ کہ باوا صاحب نے جس کلمہ کا ذکر کیا ہے۔ وہ وہی کلمہ ہے۔ جسے مسلمان پڑھتے ہیں۔ اور سوائے اسکے اور کوئی کلمہ اس سے مراد نہیں۔ چنانچہ آپ اسی جنم ساکھی بھائی بالا صفحہ ۱۴۱ پر فرماتے ہیں ؎

پاک پڑھیو کلمہ سدا محمد نال ملائے
ہوئیا معشوق خدا ئیدا ہوئیا نال الہیہ

جس کا مطلب یہ ہے۔ کہ وہ پاک کلمہ پڑھو جس کے ساتھ آنحضرت صلے اللہ علیہ و آلہ وسلم کا اسم مبارک یعنی محمدؐ آتا ہے۔ کیونکہ دنیا میں سب سے پیارا اگر کوئی خدا کا ہے تو وہی ہے۔ پس اس کا نام جس کلمے میں خدا کے نام کے ساتھ ہے۔ وہی پاک کلمہ پڑھنا چاہیئے۔ اور اسی پاک کلمہ پڑھنے سے نجات ملتی ہے ۔

باوا صاحب کون سا کلمہ پڑھتے تھے

یہاں تک تو کلمہ طیبہ کا ذکر ہے۔ اب دیکھنا یہ ہے۔ کہ باوا صاحب خود بھی اسے پڑھتے اور نجات کا ذریعہ جانتے تھے یا نہ؟ سو اس کے لئے بھی جنم ساکھی بھائی بالا ہی کے صفحہ ۱۴۲ پر لکھا ہے۔ باوا صاحب فرماتے ہیں:؎

کلمہ اک پکار یا دو جا نائیں کوئی

کہ میرے لئے تو ایک ہی کلمہ بس ہے۔ اور اس کے علاوہ اور کوئی قول مجھے اچھا معلوم نہیں ہوتا۔ چنانچہ ان لوگوں کے دردناک حشر اور انجام کا ذکر جو کہ اس کلمے کے برخلاف کوئی بات کہیں یا اس کی مخالفت کریں۔ ان الفاظ میں باوا صاحب نے کیا ہے ؎

جو کہیں ناپاک ہے دوزخ جاوں سوئی

یعنی جو اس کلمہ کو برا کہتے ہیں۔ انکی سزا دوزخ ہے ۔

جنتر منتر

کلمہ طیبہ کے متعلق باوا صاحب کا عقیدہ اور عمل بتانے کے بعد میں یہ بتاتا ہوں۔ کہ کیا ہندوؤں کے جنتر منتر کی بھی باوا صاحب ویسی ہی عزت کرتے تھے۔ جیسی کلمہ کی۔ اور کیا اس پر بھی ان کا ویسا ہی عمل تھا جیسا کلمہ طیبہ پر۔ اگر نہیں اور یقیناً نہیں تو ماننا پڑے گا۔ کہ باوا صاحب مسلمان تھے۔ کیونکہ اگر وہ مسلمان نہ تھے اور ہندو تھے تو یہ ناممکن تھا کہ وہ ہندوؤں کی باتوں کو چھوڑتے۔ اور مسلمانوں کی باتوں کو لیتے۔ اور یہاں تو یہ حال ہے۔ کہ باوا صاحب نے ہندوؤں کی باتوں کو چھوڑا ہی نہیں۔ بلکہ ان کی برائی بھی بیان کی ہے۔ گرنتھ صاحب میں آتا ہے۔ جس قدر جنتر اور منتر ہیں سب پاکھنڈ ہیں ۔

نماز۔ روزہ وغیرہ اور گائیتری

کلمہ طیبہ کے بعد نماز روزہ کا عقیدہ ہے اور یہ ایک ایسا عقیدہ ہے جو ایک کافر اور مسلمان کے درمیان مابہ الامتیاز ہے۔ یہی حال روزوں کا ہے۔ اسلام میں ان ہر دو کی پابندی از حد ضروری ہے۔ لیکن سوال یہ ہے۔ کہ کیا باوا صاحب ان مسائل کی تردید کرتے ہیں۔ یا ان کی تائید اور تصدیق؟ اس کا جواب شری گورو گرنتھ صاحب سری راگ محلا پہلا میں موجود ہے۔ جہاں آپ فرماتے ہیں ؎

عیب تن چکڑ و ہیہ من مینڈک کس کی سار نہیں مول پائی
بھنور استاد نت بھاکیا بولے کیوں بیجھے جا نہ بوجھائی
آکھن سنٹا پون کی بانی ایہہ من رتا مایا
خصم کی ندر دلہیں پسندی جنہیں اک کر دھیایا
تیہہ کر رکھے پنج کر ساتھی ناؤں شیطان مت کٹ جائی
نانک آکھے راہ پر چلنا مال تن کس کو سنبھائی

اس کا مطلب یہ ہے۔ عیب جو ہیں یہ تو سمارے تیرے تن کے کیچڑ ہیں۔ اور دل انہیں مینڈک کی طرح ہے۔ اس دل کے مینڈک کے سر پر جو ہر وقت عیبوں کے کیچڑ میں لت پت رہتا ہے کنول کا ایک پھول کھل رہا ہے۔ بھنورا ہر وقت اس پھول پر بیٹھ کر اپنی دلکش آواز سے بلاتا رہتا ہے۔ کہ اے کیچڑ میں لت پت ہونے والے مینڈک ذرا اس کیچڑ کو چھوڑ کر اوپر آ اور دیکھ تیرے سر پر کیسا خوشنما کنول کھل رہا ہے۔ بھنورا یہ آواز تو دیتا ہے۔ مگر اوپر آئے کون اوپر تو وہی آ سکتا ہے جسے خود کرتار راہ ہدایت دکھلائے۔ انکے سوا باقی سب اس آواز کو ایک کان سنتے ہیں اور دوسرے کان نکال دیتے ہیں۔ پس مبارک ہیں وہ جو اس آواز کو سنتے ہیں۔ اور جنہیں راہ ہدایت دکھائی جاتی ہے۔ اور جو ایک خدا کی پوجا کرتے ہیں تیس روزے رکھتے ہیں۔ اور پانچ نمازیں پڑھتے ہیں ۔

اس سے بڑھ کر باوا صاحب کے اسلام پر اور کیا گواہی ہو سکتی ہے۔ کہ خود شری گرو گرنتھ صاحب میں باوا صاحب کی زبان مبارک سے نماز روزہ جیسے ضروری اسلامی احکام کے متعلق تاکید درج ہے۔ اور یہ ظاہر ہے۔ کہ جو شخص کسی چیز کو اچھا سمجھتا ہے۔ وہ اس پر عمل بھی کرتا ہے +

شلوک مذکورہ پر اعتراض اور اس کا جواب

میرا کوئی سکھ دوست کہہ سکتا ہے۔ کہ صرف تیس کا لفظ آجانے سے روزے اور پانچ کا لفظ آجانے سے نماز کہاں سے ثابت ہو گئی۔ ممکن ہے۔ اس کا کوئی اور مطلب ہی ہو۔ اور آپ نے یونہی کھینچ تان کر اس سے روزہ وغیرہ اپنے مطلب کا مفہوم بنا لیا ہو۔ سو اس کے متعلق پہلے تو میں یہ چاہتا ہوں۔ کہ میں ایسے اشخاص پر یہ ثابت کر دوں۔ کہ یہ شلوک شری باوا نانک جی کا ہے۔ کسی اور کا نہیں۔ تا جب میں اعتراض کا حل پورے طور پر کر دوں تو کسی کو یہ کہنے کی گنجائش نہ رہے۔ کہ یہ شلوک باوا صاحب کا ہی نہیں +

تاریخ گورو خالصہ کی شہادت

سو میں اس بات کے ثابت کرنے کے لئے کہ یہ شلوک فی الواقع باوا صاحب کا ہی ہے۔ تاریخ گورو خالصہ کو پیش کرتا ہوں۔ اس تاریخ کے ص۵۵ پر صاف طور پر اس شلوک کے متعلق لکھا ہے۔ کہ یہ شلوک باوا نانک صاحب کا ہے۔ تاریخ گورو خالصہ کوئی غیر مستند کتاب نہیں۔ بلکہ یہ ایک مستند کتاب ہے۔ اور مہاراجہ پٹیالہ نے لاکھوں روپیہ صرف کر کے اسے سردار گیان سنگھ جی گیانی سے لکھایا ہے۔ جنہیں دیگر سامانوں کے علاوہ معقول تنخواہ بھی اسی تاریخ کے لکھنے کے لئے دی جاتی تھی۔ سو یہ تاریخ غیر مستند تاریخ نہیں۔ کہ اسکی طرف توجہ نہ کی جائے۔ بلکہ یہ مستند ہے۔ اور سردار گیان سنگھ جی گیانی نے بڑی تحقیق اور تدقیق کے بعد لکھی ہے۔ اس لئے اس تاریخ کا یہ بتانا کہ یہ شلوک باوا جی کا ہی ہے۔ تمام اعتراضوں کو دور کر دیتا ہے۔ ایسا ہی اور بھی چند ثبوت اس کے ہیں۔ مگر وقت کی کمی کے باعث میں اسی کو کافی سمجھتا ہوں۔

تیس اور پانچ کے الفاظ سے تیس روزے اور پانچ نمازیں

اب رہا یہ امر کہ تیس اور پانچ کے الفاظ سے تیس روزے اور پانچ نمازیں کس طرح نکل آئیں۔ سو اس کے لئے میں شری گرو گرنتھ صاحب کی ایک تفسیر پیش کرتا ہوں۔ جو مہاراجہ فرید کوٹ نے لاکھوں روپیہ خرچ کر کے لکھوائی ہے۔ گرنتھ صاحب کی اس تفسیر کا مفسر یہی معنی کرتا ہے۔ کہ ان سے روزے اور نماز مراد ہیں۔ اور یہ بھی تسلیم کرتا ہے۔ کہ یہ شلوک باوا صاحب کا ہے +

باوا صاحب کی اپنی گواہی

اس کے ماسوا خود حضرت باوا صاحب بھی گرنتھ صاحب آد سری راگ محلا پہلا میں فرماتے ہیں ؎

پنج وقت نماز گذاریں پڑھو کتیب قرآن
نانک آکھے گور سدیہی رہیو پینا کھانا

جس کا مطلب یہ ہے کہ نماز پنجگانہ کو پابندی سے ادا کرو نانک نصیحت کرتا ہے۔ کہ اس سے غفلت نہ کرو۔ معلوم نہیں کس وقت گور یعنی قبر تیرے لئے اپنی گود کو کھول دے۔ اور تو اس میں چلا جائے۔ اس لئے تلاوت قرآن کریم سے کبھی روگردان نہیں ہونا چاہیئے۔ اور یہ دنیا کا مال و دولت اور دنیا کے جھگڑے دھندے یہیں رہیں گے۔ ساتھ نہیں جائیں گے۔ اس لئے نماز پنجگانہ کو باقاعدہ ادا کرو۔ کہ یہی ساتھ جانے والی ہے۔

اسی طرح تاریخ گورو خالصہ ص۵۵ پر بھائی گیان سنگھ جی گیانی نے بھی لکھا ہے۔ کہ باوا صاحب فرماتے ہیں ؎

جمع کر نام دی پنج نماز گذار
باجھوں نام خدا ئیدے ہوسیں بہت خوار

مطلب ظاہر ہے۔ جس طرح پہلے حوالہ میں گور (یعنی قبر) کے لفظ سے اس طرف اشارہ کر دیا۔ کہ آپ اسلامی عقائد کے پابند تھے۔ اسی طرح یہاں بھی پانچوں وقتوں کی نمازوں کی تاکید کرتے ہوئے بتا دیا۔ کہ صرف اللہ تعالیٰ ہی کے اسماء کو جمع کرو۔ اور رجے سینا رام جی یا اور اس قسم کے جھوٹوں کو استعمال نہ کرو۔ کیونکہ جو خدا کے سوا کسی اور خدا کا نام لیتا ہے۔ وہ ذلیل و خوار ہوتا ہے۔ اور اسی طرح پانچوں نمازیں ادا نہ کرنے والا بھی رسوا اور ذلیل ہوتا ہے۔

یہی نہیں کہ اس پر ہی حضرت باوا صاحب نے بس کر دی ہو۔ بلکہ عین اسلامی تعلیم کے مطابق تارکان نماز کی سخت وعید بتلاتے ہیں۔ جنم ساکھی بھائی بالا ص۲۲۰ پر فرماتے ہیں ؎

لعنت برسر تنہاں جو ترک نماز کریں
تھوڑا بہتا کھٹیا ہتھوں ہتھ گویں

بالکل واضح الفاظ ہیں۔ اب کون ہے۔ جو ان حوالجات کے ہوتے ہوئے یہ کہے۔ کہ باوا صاحب مسلمان نہیں تھے۔ اور یہ کہ سری راگ محلا پہلا کے شلوک کے ان الفاظ سے کہ ؎

تعبہ کر رکھے پنج کر ساتھی ناؤں شیطان مت کٹ جائے
پانچ نمازیں اور تیس روزے مراد نہیں +

تیس روزے

دوستو! جیسا کہ ان حوالوں سے جو میں نے پیش کئے۔ اور ان حوالوں سے جو میں ابھی پیش کروں گا ثابت ہوتا ہے۔ باوا صاحب کے اس شلوک سے مراد پانچ نمازیں ہی ہیں۔ ایسا ہی میں تیس کے لفظ سے تیس روزوں کا ثبوت بھی دیتا ہوں۔ اگرچہ گرنتھ صاحب کی اس تفسیر کے بعد جو مہاراجہ فرید کوٹ نے کرائی اور اس تاریخ گورو خالصہ کی شہادت کے بعد جو مہاراجہ پٹیالہ نے لکھوائی اس بات کی ضرورت نہ تھی۔ کہ میں اور حوالجات پیش کرتا۔ مگر چونکہ ہو سکتا ہے۔ کہ ان سے کسی شخص کی تسلی نہ ہو۔ اس لئے میں اور پیش کرتا ہوں۔ چنانچہ روزوں کے متعلق جنم ساکھی بھائی بالا ص۱۴۳ میں باوا صاحب کا قول مذکور ہے۔ جو اس طرح ہے ؎

نانک آکھے رکن دین سچے سنو جواب
صاحب دا فرمایا لکھیا وچ کتاب
دنیا دوزخ اوہ چھٹے جو کہے نہ کلمہ پاک
کرو ہ ترییہہ روجڑے پنج نماز طلاق
لقمہ کھائے حرام دا سر تے پڑھے عذاب
جو راہ شیطان گم تھیئے سو کیونکر کریں نماز
آتش دوزخ یاد بہ پایا تنہاں نصیب
بہشت حلال کھاونان کیتا تنہاں پلید
نانک آکھے رکن دین کلمہ سچ پچھان،
اکو روح ایمان دی جو ثابت رکھے ایمان

کلمہ۔ نماز۔ روزہ۔ دوزخ۔ بہشت۔ کتاب یعنی قرآن۔ حلال۔ حرام۔ طلاق۔ شیطان وغیرہ وغیرہ کا نام جس صفائی سے لیا گیا ہے۔ اور جس طرح ان کے متعلق بتایا گیا ہے کہ یہ سب خدا تعالیٰ کے احکام ہیں۔ جو کتاب یعنی قرآن میں درج ہیں۔ وہ ظاہر ہے۔ کیا عقلمند آدمی کے سمجھنے کے لئے یہ کافی نہیں۔ کہ باوا صاحب مسلمان تھے۔ اور پکے مسلمان تھے۔ ماسوا اور باتوں کے پانچ نمازوں کے ساتھ ترییہہ روجڑوں (یعنی تیس روزوں) کا ذکر کرنا کیا اس بات کا ثبوت نہیں۔ کہ اس شلوک میں بھی روزے ہی مراد تھے۔ پھر باوا صاحب نے اور بھی متعدد مقامات پر روزوں کے متعلق فرمایا ہے۔ مثلاً محلا پہلا وار آسا پر فرماتے ہیں ؎

اوہنیں دنیا توڑے بندان وان پانی تھوڑا کھایا

یعنی اسلامی روزے رکھنے والے دنیا میں رہتے ہوئے خدا کے جوار رحمت میں ہیں۔ اور ہر طرح کے خدا کے فضل کے وارث ہیں +

باوا صاحب اور اذان

نماز کے لئے یہ ضروری ہے کہ پہلے اذان دی جائے۔

سو اس کے لئے جنم ساکھی کلاں صفحہ ۲۰۳ سطر ۲۵ پر درج ہے۔

کن وچ انگلیاں پایکے تب نانک دتی بانگ

ایسا ہی واراں بھائی گورداس جی کے صفحہ ۱۴ سطر ۵ میں لکھا ہے

دتی بانگ نماز کرسن سماں ہویا جہاناں

اسی طرح اور مقامات سے بھی معلوم ہوتا ہے کہ باوا نانک صاحب نے اذان دی۔ نمازیں پڑھیں۔ وضو کیا۔ حج کیا۔ مسلمان زہاد کی طرح کوزہ و مصلےٰ ہر وقت اپنے ساتھ رکھا۔ اور مراحل روحانیت طے کرنے کے لئے صوفیا کے رنگ میں اسلامی بزرگوں کے مزاروں پر چلے کاٹے۔ غرضکہ تمام اسلامی طریق عبادت اور اس کے لوازمات کو پورا کیا۔ ان سب باتوں کے ہوتے ہوئے کیا باوا صاحب کے مسلمان ہونے میں کوئی کسر باقی رہ جاتی ہے؟

نماز روزہ اور گائیتری

پھر یہ بات اس وقت اور بھی روشن ہو کر سامنے آجاتی ہے جب ہم یہ دیکھتے ہیں کہ اسلام اور اسلامی طریق عبادت کی باوا صاحب تعریف کرتے اور اپنے لئے اور دوسروں کے لئے واجب العمل قرار دیتے ہیں۔ مگر ہندو مذہب اور اس کی عبادت کے طریقوں کو ناپسند کرتے ہیں۔ اور اس سے ہر ایک کو بچنے کی تاکید کرتے ہیں۔

پیارے بھائیو! جیسا کہ میں نے کلمہ طیبہ کے مقابل جنتر منتر کے متعلق باوا صاحب کی رائے آپ کے سامنے پیش کی ہے ویسے ہی میں اب نماز روزہ کے مقابل ہندوؤں کی گائیتری سندھیا۔ اپاسنا وغیرہ کے متعلق باوا جی کی رائے پیش کرتا ہوں۔ جس سے آپ کو معلوم ہو جائے گا کہ باوا صاحب ایک سچے مسلمان کی طرح ہندوؤں پران کی عبادات کے نقص بیان کرتے رہے ہیں۔ اور انہیں فرما رہے ہیں کہ ان کو چھوڑ دو ان میں کچھ نہیں۔ فرماتے ہیں ؎

سندھیا ترپن کرے گائیتری بن بوجھے دکھ پایا

یہ جو تم سندھیا اور گائیتری وغیرہ کرتے ہو یہ بالکل فضول اور بے فائدہ ہے۔ اس سے نہ تو تزکیہ نفس ہوتا ہے اور نہ وصال خداوندی میسر آتا ہے۔ اس کا کوئی فائدہ نہیں۔ ایک طرف اس کو رکھئے اور دوسری طرف نماز روزہ کے متعلق جس شد و مد سے باوا صاحب نے ارشاد فرمایا ہے اور عمل کیا ہے۔ اس کو رکھئے اور موازنہ کیجئے کہ باوا صاحب کا مذہب کیا ہے۔

باوا صاحب نہ صرف یہ کرتے ہیں کہ نماز اور روزہ کے متعلق پسندیدگی کا اظہار کرتے ہیں۔ اور صرف اپنے عمل کو اس کے مطابق بناتے ہیں۔ بلکہ دوسروں کو بھی تاکید کرتے بلکہ ڈراتے ہیں کہ وہ ان کو ترک نہ کریں۔ چنانچہ گرنتھ صاحب آد کے صفحہ ۱۲۷۸ پر لکھا ہے۔ اور گرنتھ صاحب آد وہ کتاب ہے۔ کہ جس کے متعلق سکھ دوستوں کا عقیدہ ہے کہ اس کے ایک حرف سے روگردانی کرنے سے بھی انسان خدا کی رضامندی سے دور ہو جاتا ہے۔ بہرحال گرنتھ صاحب آد کے صفحہ ۱۲۷۸ پر جو شلوک اس بارے میں درج ہے یہ ہے

فریدا بے نمازا کتیا ایہہ نہ بھلی ریت
کبھی چل نہ آیا پنجے وقت مسیت
اٹھ فریدا وضو ساز صبح نماز گذار
جو سر سائیں نہ نویں سو سر کپ اتار
جو سر سائیں نہ نویں سو سر کیجے کائیں
کُنی ہیٹھ جلائیے بالن سندھے تھائیں

ایسا ہی جنم ساکھی کلاں صفحہ ۲۲۱ پر ہے۔

لعنت بر سر تنہاں جو ترک نماز کریں
تھوڑا بہت کھٹیا ہتھوں ہتھ گویں

ایسا ہی اور بہت سے مقامات ہیں۔ جو اسی طرح نماز کی تاکید اور تارک نماز کے لئے وعید پیش کرتے ہیں۔ لیکن کیا سندھیا یا گائیتری وغیرہ کے متعلق بھی ایسا زور دیا۔ اور کیا اس کے تارکوں کے لئے بھی اسی قسم کی وعید بیان کی ہے؟ یقیناً نہیں بلکہ وہاں تو یہ کہا کہ یہ ہیں ہی فضول ان کو چھوڑ دو کیا اس سے یہ معلوم نہیں ہو سکتا کہ باوا صاحب مسلمان تھے۔

قرآن شریف اور وید مقدس

مسلمان قرآن کو خدا کی کتاب سمجھتے ہیں۔ اور ہندو وید کو۔ باوا صاحب گرنتھ صاحب صفحہ ۸۳۶ پر فرماتے ہیں:۔

پت دن پوجا رت دن سنجم جب دن کا ہے جنیو
نا دھو دھو دُ تلک چڑھوا ہو سب دن کوچ ہنوئی
کل پروان کتیب قرآن۔ پوتھی پنڈت رہے پران

مطلب یہ کہ پوجا پاٹ۔ چھوت چھات۔ جنیو پہننا اشنان کرنا اور تلک لگانا کوئی بھی چیز اس زمانہ میں کام نہیں آسکتی مگر ایک ہی کتاب ہے۔ جو اس کل یگ کے عہد میں کام آسکتی ہے اور وہ قرآن مجید ہے۔ ہاں وہی قرآن مجید کہ جس کے سامنے نہ پوتھیاں کچھ حقیقت رکھتی ہیں اور نہ پران۔ نہ پنڈت اس جیسی حقیقت بیان کر سکتے ہیں۔ اور نہ ودوان اس جیسی معرفت بتا سکتے ہیں۔

پھر جنم ساکھی کلاں صفحہ ۱۴۷ پر باوا صاحب فرماتے ہیں

توریت۔ زبور۔ انجیل۔ ترے پڑھ سن ڈٹھے وید
رہی قرآن کتاب کل یگ میں پروار

یعنے قرآن شریف کے بالمقابل توریت۔ زبور۔ انجیل اور وید کوئی بھی تو ایسی کتاب نہیں جو انسان کو گناہوں۔ پاپوں اور بدیوں سے بچا سکے۔ ایسا ہی جنم ساکھی بھائی بالا صفحہ ۳۲۰ پر فرماتے ہیں ؎

تیہے حرف قرآن دے تیہے سپارے کیں
تس وچ پند نصیحتاں سُن سُن کرو یقین

یعنے قرآن شریف کے تیس حروف اور تیس ہی اس کے سپارے بنائے گئے ہیں۔ اور اگر کوئی نصیحت و موعظت کسی کتاب میں ہو سکتی ہے۔ تو وہ اسی کتاب میں ہو سکتی ہے۔ اور یہی وہ کتاب ہے۔ جس میں معرفت الٰہی کے راز اور قرب خدا وندی کے اسرار بیان کئے گئے ہیں۔ پس یہی کتاب ایمان لانے کے قابل ہے۔ اور اسی پر ایمان لانا چاہیئے۔ اور اسی پر یقین کرنا چاہیئے

بعض لوگوں کی عادت ہوتی ہے۔ چھوٹی چھوٹی باتوں میں خدا اور رسول اور قرآن کی قسمیں کھاتے ہیں۔ باوا صاحب اس طرح کی قسمیں کھانے والوں کے متعلق جنم ساکھی بھائی بالا میں فرماتے ہیں ؎

کھاون قسم قرآن دی کارن دنی حرام
آتش اندر سڑسن آکھے نبی کلام

فرماتے ہیں۔ جو قرآن جیسی بزرگ کتاب کی جھوٹی قسمیں بار بار کھاتے ہیں۔ اور دنیا کی معمولی معمولی باتوں کے لئے اس کی حلف اٹھاتے ہیں۔ بلاشک و شبہ وہ دوزخی ہیں۔ اور دوزخ کی آگ کے اندر جلنے والے ہیں۔ اور فرماتے ہیں۔ یہ میں اپنی طرف سے نہیں کہتا۔ بلکہ یہ نبی کا کہنا ہے۔ یعنی آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے۔ باوا صاحب تو قرآن جیسی کتاب کی جھوٹی قسم کھانے کو بھی موجب خسران سمجھتے ہیں۔ پھر اس کا ماننا اور اس پر عمل کرنا آپ کیوں نہ اپنے لئے اور اپنے چیلوں کے لئے ضروری سمجھتے ہونگے۔ پس سکھ بھائیوں کو اس پر غور کرنا چاہیئے کہ باوا صاحب کے دل میں اسلام اور اسلام کے خدا اور اسلام کے نبی اور اسلام کی کتاب کی کس درجہ عزت تھی۔ اور کس حد تک وہ ان کے ذریعہ فلاح پانا بتلا رہے ہیں۔

پھر ایسا ہی شریعت پر عمل کرنے کے متعلق فرماتے ہیں ؎

بدعت کو دور کر قدم شریعت راکھ
نیوں چل آگے سب دے منداکسے نہ آکھ

(جنم ساکھی بھائی بالا صفحہ ۲۲۰)

یعنے شریعت پر چلنا بدیوں سے بچنا ہے۔ پس اے مرد خدا تو متواضع اور فروتن بن۔ اور پیار اور محبت اور خلوص کے ساتھ ہر ایک سے پیش آ۔ اور شریعت کی پابندی کر کہ شریعت کی پابندی از بس ضروری ہے۔

میں اپنے دوستوں کو یہ بات نوٹ کرانا چاہتا ہوں کہ شریعت اسلام ہی ہے۔ گویا باوا صاحب اس جگہ اسلام کے متعلق یہ فرما رہے ہے کہ اس کے حکموں پر چل۔ کیونکہ ہندو عقائد سے تو

باوا صاحب نے ملا کی نارہ کشی کا اظہار فرما چکے ہیں اور پھر ہندو عقائد پر شریعت کا لفظ بھی نہیں بولا جاتا۔ پس یہ وہی شریعت ہے جو اسلام لایا۔

حضرات! قرآن شریف کے متعلق میں نے مختصر طور پر باوا صاحب کے عقیدہ کو پیش کیا ہے۔ اب میں ویدوں کے متعلق بھی اسی طرح باوا صاحب کے خیالات کو پیش کرتا ہوں

وید اور باوا صاحب

قرآن شریف کے متعلق تو باوا صاحب فرما چکے ہیں۔ کہ یہ پند و نصیحت کا خزینہ ہے اور اس کل یگ میں اگر کوئی کتاب پروار چڑھی ہے تو وہ قرآن شریف ہی ہے۔ کیونکہ معرفت الٰہی اور قرب ربانی اسی کے ذریعہ حاصل ہوتا ہے۔ اب سنئے۔ ویدوں کے متعلق کیا فرماتے ہیں۔ (سورٹھ محلہ پہلا)

شاستر وید کے کہڑو بھائی کرم کرو سنساری
پاکھنڈ میل نہ چوکئی بھائی انتر میل وکاری

مطلب یہ کہ شاستر اور وید ہرگز اس قابل نہیں۔ کہ ان کے پڑھنے سے تزکیہ نفس اور قلبی صفائی حاصل ہو۔ اور خواہشات نفسانی کم ہوں تو جب اس سے نہ رُوحانیت نہ خشیت نہ طہارت پیدا ہو تو پھر اس کے پڑھنے سے کیا فائدہ؟

پھر اسی پر اکتفا نہیں کی۔ بلکہ باوا صاحب نے اس بارے میں اپنی صاف رائے کو بیان فرما دیا کہ اس میں سے کسی کو بھی کچھ نہ ملا۔ چنانچہ گرنتھ صاحب ملار محلہ ۳ میں فرماتے ہیں ؎

پڑھ پڑھ پنڈت منی تھکے ویدوں کا ابھیاس
ہرنام چت نہ آوئی نہ بچ گھر ہوئے باس

رشی اور منی بھی وید کو پڑھ پڑھ کر تھک گئے۔ لیکن حیات جاودانی نہ پا سکے۔ وید سراسر معرا از معرفت ہیں۔ خدا اور خدا کے کام جو خدا کے پاک بندوں پر آشکار ہوتے ہیں۔ وید ان سے ناآشنائے محض ہیں۔

پھر گرنتھ صاحب کے اسی ملار محلہ میں فرماتے ہیں۔

ترگن بانی وید دیچار ✤ بکھیا میں بکھیا وپار

ہندوؤں کے بزرگوں نے بھی ان ویدوں کو پڑھا۔ مگر پھر بھی گیان نہ پا سکے ✤

پھر اسی موقعہ پر گرنتھ صاحب میں وید پڑھنے کے باوجود شانتی یعنے اطمینان قلب حاصل نہ ہونے کے متعلق فرماتے ہیں ؎

وید پڑھے ہرنام نا بوجھے ✤ مایا کارن پڑھ پڑھ لوجھے

کہ ویدوں کے پڑھنے سے شانتی تو کیا حاصل ہوتی ہے۔ اس سے تو اور بھی بے اطمینانیوں کے سامان پیدا ہوتے ہیں۔

غرض اسی طرح بے شمار مقامات پر ویدوں کے متعلق باوا صاحب نے ایسی ہی رائے کا اظہار فرمایا ہے۔ اب ان کی اس رائے کو جو قرآن کے متعلق آپ نے ظاہر فرمائی۔ اور اس رائے کو جو آپ نے ویدوں کے متعلق ظاہر فرمائی۔ سامنے رکھ کر دیکھیں۔ اور پھر ان کے عمل کو بھی مدنظر رکھ کر بتائیں۔ کہ کیا باوا صاحب مسلمان نہیں ہیں؟ کیا ایسا ہو سکتا ہے کہ ایک شخص ہندوؤں کے گھر میں پیدا ہوا ہو وہ ہندوؤں کے مذہب سے تو بیزاری اور مسلمانوں کے مذہب سے اُنس ظاہر کرے۔ بلکہ اس کے مطابق اپنے عمل کو بھی اور اپنی صورت کو بھی بنائے۔ اور صاف اعلان کرے کہ میں مسلمان ہوں۔ اور میرا دین مسلمانوں کا دین ہے۔ مگر پھر بھی ہندو کا ہندو ہی رہے؟

رسول اور دیوی دیوتا

اس کے بعد رسول اور دیوی دیوتا کے متعلق باوا صاحب کا فیصلہ ہے۔ وہ بھی بتا رہا ہے کہ باوا صاحب مسلمان تھے۔ رسول ہی سوچتے تھے۔ رسول حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہوئے ہیں۔ لیکن ہندو برہما۔ وشن اور مہیش ان تینوں کو عظیم الشان دیوتا مانتے ہیں۔ اب باوا صاحب جنم ساکھی بھائی بالا کلاں صفحہ ۲۰۶ میں کیا فرماتے ہیں ؎

اول خود خدا اسی قدرت نور کہائے ✤ برہما وشن مہیش تین پھر قدرتی بنائے
راجس ستوگن تامسی ان اگن ات کیں ✤ تینوں ہی غلیظ ہوئے تا تنے بھی ہیں
اول آدم مہیش ہو کر وہ جابر ہوئے ✤ تیجا آدم مہادیو محمد کہو سب کوئے

اس کا مطلب یہ ہے کہ ہندو لوگ سب سے بڑے دیوتا برہما۔ وشن اور مہیش کو مانتے ہیں۔ انمیں جو جو خوبیاں تھیں۔ اور جو جو صفات اور گن انہیں پائے جاتے ہیں وہ بھی اور تمام دوسرے مہاپرشوں۔ مہاتماؤں۔ مہاگیانیوں مہادیوں اور مہاگردوں کے تمام صفات بھی اس ایک وجود میں یعنی محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم میں پائی جاتی تھیں۔ گویا وہ خدا کے بعد اس ہستی پر جامع جمیع صفات کاملہ تھے۔

ہندو تو ان پر سہ مہادیوں کو خدا جانتے کیا سمجھتے ہیں۔ انہوں نے تو ان کو خدائی صفات دے رکھی ہیں۔ مگر باوا صاحب فرماتے ہیں کہ وہ خدا سے بے نیاز نہ تھے۔ بلکہ وہ بھی دوسرے انسانوں کی طرح اس کے محتاج تھے۔ چنانچہ آپ فرماتے ہیں ؎

برہما بشن مہیش دو ار کے ✤ او وہ بھی سیویں لکھ اپارے

کہ یہ بھی مثل دوسرے انسانوں کے خدا ہی کے محتاج ہیں۔ اسی کے دیے ہوئے رزق سے پلتے ہیں۔ اسی کے دیے ہوئے پانی۔ اسی کی بخشی ہوئی روشنی۔ اسی کی عطا کی ہوئی نعمتوں سے متمتع ہو رہے ہیں۔

پھر جب باوا صاحب حج کے لئے جا رہے تھے تو انہوں نے جو دعا خدا تعالیٰ کے حضور نہایت عاجزی اور انکساری کے ساتھ کی وہ بھی اس بات کو بتا رہی ہے کہ باوا صاحب مسلمان تھے۔ اول تو حج کو جانا ہی اس بات کی دلیل ہے کہ آپ مسلمان تھے۔ لیکن اس دعا نے تو اور بھی واضح طور پر بتا دیا کہ آپ یقیناً مسلمان تھے اور کسی دیوی دیوتا کے پوجاری نہیں تھے بلکہ رسول عربی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے فرمانبردار تھے۔ چنانچہ جنم ساکھی بھائی بالا صفحہ ۱۴۲ پر لکھا ہے کہ باوا صاحب نے راستے میں گڑگڑا کر اللہ تعالیٰ کے حضور دعا کی کہ :۔

"ہے بھگوان تو نے پیغمبراں دا پیغمبر محمد مصطفٰے لوکاں سنسار دی گتی کے لئے بھیجیا۔ مگر لوگ غفلت دی نیند سوئے ہوئے ہیں!"

اس دعا میں کسی دیوی دیوتا کا نام نہیں لیا گیا بلکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا نام لیا گیا ہے جن کو باوا صاحب دنیا کے ہادی جانتے تھے۔

مضمون میں اختصار

برادران! وقت تھوڑا ہے۔ اس لئے میں اس موازنہ کو اتنا ہی پیش کر کے دیگر امور کو لیتا ہوں چونکہ وقت کم رہ گیا ہے۔ اس لئے مجبوراً مجھے انکو بھی مختصر کرنا پڑیگا ✤

حج اور تیرتھ یاترا

یہ ظاہر ہے کہ مسلمان اگر حج کو جاتے ہیں تو ہندو تیرتھ یاترا کرتے ہیں۔ اب ہم نے دیکھنا ہے کہ ان ہر دو میں سے باوا صاحب نے کس کو پسند کیا ہے۔ ایک خدا ترس شخص کے لئے تو یہی کافی ہے کہ باوا صاحب کو الہام میں حکم دیا جاتا ہے۔

"اے نانک! حضرت مکہ مدینہ کا حج کر" (جنم ساکھی بھائی بالا صفحہ ۱۳۶)

اور وہ اسپر یقین کریگا کہ یقیناً باوا صاحب مسلمان تھے۔ ممکن ہے کوئی ان صاف لفظوں کے ہوتے ہوئے کہدے کہ مکہ مدینہ کے حج سے ہردوار یا کاشی یا کسی اور تیرتھ کی یاترا مراد ہے۔ سو اگرچہ یہ اس کی غلطی ہوگی۔ مگر میرے دوستو! میں بتاتا ہوں کہ اس "حضرت مکہ مدینہ" سے مراد وہی مکہ مدینہ ہے۔ جو عرب میں واقع ہے۔ اور جہاں تمام روئے زمین کے مسلمان جاتے ہیں نہ کہ کوئی اور تیرتھ۔ کیونکہ جنم ساکھی بھائی بالا صفحہ ۱۸۴ پر باوا صاحب کا ایک اور الہام درج ہے۔ جس میں صاف طور پر ہندوؤں کے تیرتھوں کو منسوخ کرنے کا حکم دیا گیا ہے چنانچہ لکھا ہے۔ پھر باوا جی کو الہام کی آواز آئی۔

"وڈیائی تساں نوں شیخ دی ملی ہے۔ دیول دیوتے اور پراچین تیرتھ جو ہندواں دے ہن۔ انہاں نوں منسوخ کرو۔ اور کوزہ اور بانگ اور معنی دیں مہاجہان وچ ورتاؤ"

مطلب بالکل صاف ہے کہ باوا جی کو الہام ہوتا ہے آپ کو شیخ کا رتبہ دیا گیا ہے ہندوؤں کے دیول دیوتے اور قدیمی تیرتھ جو شرک کی جڑھ ہیں ان کا رد کرو۔ اور کوزہ اور اذان اور مصلے کے فوائد لوگوں کو سمجھاؤ۔

"حضرت مکہ مدینہ" کا حج اور ہندوؤں کے دیول دیوتاؤں اور پراچین تیرتھوں کی تردید کا حکم بذریعہ الہام ملنا اور باوا صاحب کا اسپر عملدرآمد کرنا آپ کے مسلمان ہونے پر شاہد ناطق ہے۔ پھر ان آسمانی حکموں کی تعمیل میں باوا صاحب حج کو گئے۔ بیشک باوا صاحب بعض تیرتھوں میں بھی گئے۔ مگر وہاں جا کے کیا کیا؟ وہاں ان کی تردید اور انہیں ماننے والے لوگوں کو تلقین ہدایت کی۔ نہ یہ کہ وہاں جا کر ان لوگوں جیسے ہی عمل کئے۔ چنانچہ گرنتھ صاحب ماجھ محلہ ۱ میں آپ فرماتے ہیں ؎

تیرتھ نہائے نہ اوترس میل ✤ کرم دہرم سب ہو میں کھیل

یعنے تیرتھوں کے نہلانے سے دلی پاکیزگی حاصل نہیں ہوتی اور نہ ہی دل دنیوی ملونیوں سے الگ ہوتا ہے۔ بلکہ تیرتھوں کی یاترا سے تمام نیکیاں ضائع ہو جاتی ہیں۔ پھر ایسا ہی گرنتھ صاحب ماجھ محلہ ۱ میں فرماتے ہیں ؎

ایہہ من میلا اکت دھیائے ✤ انتر میل لاگے بہو دوجے بھائے
تٹ تیرتھ دسنتر بھوئے اہنکاری ✤ ہوور دھیرے ہوئے میل لاوینا

یعنی آلائش گناہ سے ملوث ہونا اور اس سبب سے خدا کا انکار کرنا موجب خسران ہے تم خیال کرتے ہو کہ تیرتھوں کی یاترا سے تمہارے دل پاک ہو رہے ہیں تمہارے دل پاک نہیں ہو رہے بلکہ تکبر اور غرور سے بھر جا رہے ہیں اور خدا کو تکبر اور غرور پسند نہیں

بلکہ عجز و انکسار پسند ہے۔

اسی طرح آپ فرماتے ہیں۔ (دھنا سری محلہ پہلا)

تیرتھ نہاون جاؤ تیرتھ نام ہے ❊ تیرتھ شبد بیچار انتر گیان ہے

تم تیرتھوں کی جاترا کے لئے اس قدر مصائب برداشت کرتے ہو۔ لیکن یہ اصلی تیرتھ نہیں۔ اصلی تیرتھ تو خدا تعالےٰ کی بندگی ہے۔ اسی کی عبادت میں سب تیرتھ ہیں۔ سو چاہیئے کہ اسی کی محبت اور اسی کے گیان اور اسی کی معرفت کے تیرتھ میں اشنان کرو۔ تاتمہیں حقیقی اطمینان قلب حاصل ہو۔ اور تم رضا الٰہی پا سکو ❊

حج کے متعلق جس قدر شد و مد کے ساتھ باوا صاحب نے عقیدت ظاہر فرمائی ہے۔ اور جس طرح آپ نے اپنے سفر حج کو اختیار کیا۔ وہ بہت سے حضرات پر عیاں ہے۔ اور کچھ میں نے بیان بھی کیا ہے۔ اور میں سمجھتا ہوں۔ کہ یہ اندازہ لگانے کے لئے کہ باوا صاحب مسلمان تھے انکافی ہوگا ❊

خدا اور اوتار

حضرات اب میں آپ کو باوا صاحب کے متعلق یہ بتانا چاہتا ہوں۔ کہ وہ اوتاروں کے قائل تھے یا خدا کے۔ مجھے یہ بات بتانے کی شاید ضرورت نہیں ہوگی۔ کہ اوتار کیا چیز ہے۔ اور ہندوؤں کا اس کے متعلق کیا عقیدہ ہے۔ میرے دوست ایک نبی یا ایک پیغمبر یا ایک رسول کے آنے اور اس کے کاموں سے خوب واقف ہیں اور اچھی طرح جانتے ہیں۔ کہ ایک نبی یا ایک رسول یا ایک پیغمبر کن حالات میں آتا ہے۔ اور آ کر کیا کام کرتا ہے۔ کیونکہ میں سمجھتا ہوں۔ کہ سب یہ جانتے ہیں۔ کہ جب روحانیت دنیا سے دور ہو جاتی ہے۔ تو خدا اس روحانیت کو پھر پیدا کرنے کے لئے کسی شخص کو مامور کر کے دنیا میں بھیج دیتا ہے۔ اور اس مامور کا نام نبی یا رسول یا پیغمبر ہوتا ہے۔ ہندوؤں نے ان لوگوں کو جنہیں مسلمان نبی یا رسول یا پیغمبر کہتے ہیں۔ اوتار کے نام سے نامزد کیا ہے۔ مگر اس کے ساتھ انہوں نے ایک ایسی صورت پیش کر دی ہے۔ جو ہرگز قابل قبول نہیں۔ مسلمان تو ایسے شخصوں کو خدا کا مامور مانتے ہیں۔ لیکن ہندو یہ کہتے ہیں۔ کہ وہ خود خدا ہوتے ہیں۔ جو بندوں کی طرح کسی کے گھر میں جنم لیتے ہیں۔ اور چند روز دنیا میں رہ کر اور لوگوں کو ہدایت دے کر پھر بندوں کی طرح فوت ہو جاتے ہیں۔ اب مامور کے متعلق ہندو اور مسلم عقیدہ میں یہ ایک بہت بڑا فرق پیدا ہو گیا۔ اب باوا صاحب جب دنیا میں تشریف لائے تو آپ نے ہندوؤں کے مسئلہ اوتار کی تردید کرنی شروع کی۔ اور اس بات کو بڑے زور سے پیش کیا۔ کہ خدا پیدا ہونے۔ جونوں میں آنے اور مرنے وغیرہ سے پاک ہے۔ چنانچہ جپ جی صاحب میں آپ کا ایک مشہور قول بھی اس مطلب کا ہے:-

"اجونی سے بھنگ"

چونکہ خدا حادث نہیں۔ اور پیدا نہیں ہوتا۔ اس لیے وہ مرتا بھی نہیں۔ ایسا ہی گرنتھ صاحب آدرام کلی محلہ ۵ میں فرماتے ہیں ؎

اوتار نہ جانے انت ❊ پرمیشر پاربرہم بے انت

یعنی یہ ان لوگوں کی غلط فہمی ہے۔ جو اوتاروں یعنی رسولوں کو عین پرمیشور سمجھتے ہیں۔ پرمیشور تو انسانی قالب اختیار کرنے سے پاک ہے۔ اوتار کے معنے یہ نہیں۔ کہ وہ خود خدا ہے۔ جو دنیا میں کسی کے گھر پیدا ہو کر آگیا۔ بلکہ اس کا مطلب صرف یہ ہے۔ کہ کوئی ایسا شخص دنیا میں آگیا جو دوسرے لوگوں کے بالمقابل معرفت سے زیادہ آگاہ ہے۔ اور خدا کی طرف سے مامور ہے۔ کہ وہ لوگوں کو خدا کی معرفت حاصل کرائے۔

پھر ایسا ہی گرنتھ صاحب بھیروں محلہ ۵ میں فرماتے ہیں ؎

سو مکھ جلو جت کہ ٹھاکر جونی

وہ شخص دوزخی ہے۔ جو کہتا ہے۔ کہ خدا جونوں میں آکر انسانی قالب اختیار کرتا ہے۔ غرض اسی طرح باوا صاحب نے کئی مقامات پر بڑے زور کے ساتھ ہندوؤں کے اس عقیدہ کی تردید کی۔ اور نقائص بتلائے ہیں۔ جو وہ اوتاروں کے متعلق رکھتے تھے۔ لیکن خدا کے متعلق بتلاتے ہیں۔ کہ وہ ایسی وراء الوراء ہستی ہے۔ کہ باوجودیکہ لوگوں نے سب کچھ چھوڑ چھاڑ کر سنیاس اور بیراگ اختیار کیا۔ مگر پھر بھی اس کے انت کو نہ پا سکے۔ اور اس کی حقیقت سمجھنے سے عاجز رہے چنانچہ گرنتھ صاحب آسا محلہ ۲ میں فرماتے ہیں ؎

جگھ جگھ کے راجے کیئے گاوے کر اوتاری
تن بھی انت نہ پایا تا نکا کیا کر آکھ ویچاری

مطلب یہ کہ بڑے بڑے راجوں اور مہاراجوں نے راج پاٹ چھوڑ کر سنیاس اور بیراگ اختیار کیا اور تارک الدنیا بن گئے۔ مگر پھر بھی اس قادر مطلق کے انت کو نہ پا سکے۔ اور اس کی کنہ تک نہ پہنچ سکے۔

پھر ہزارے کے شبدوں میں لکھا ہے ؎

بن کرتار نہ کرتم مانو۔ آد اجون اجے انبناشی تہہ پرمیشر مانو
ناتہ مات نہ ذات جان کر پتر پوتر مکرند۔ کون کاج کھائینگے تے ان دیوکے نند
سوکم مانس روپ کھائے۔ سدھ سمادھ کر ہارے کو رو نہ دیکھن پائے۔

جس کا ترجمہ یہ ہے۔ کہ خالق ایک ہی ہے۔ جو ظہور عالم سے بھی پیشتر تھا۔ باوا صاحب ہدایت فرماتے ہیں۔ کہ اسی ایک خالق کے نام کا ورد کرو۔ اور اسی خدا کے نام کا وظیفہ پڑھو۔ جو ظہور عالم سے پیشتر ازل سے حق تھا۔ اور پھر ظہور عالم کے وقت بھی حق تھا۔ اور جس طرح وہ زمانہ ماضی میں حق تھا۔ ویسا ہی زمانہ حال میں حق ہے۔ اور ویسا ہی زمانہ آئندہ میں بھی حق ہوگا۔ اور وہ پیدا ہونے اور جونوں میں آنے سے پاک ہے۔ یہ مفہوم بالکل سورہ اخلاص کے مفہوم کے مطابق ہے۔ اور سر مو فرق نہیں رکھتا پھر آگے چلکر باوا صاحب فرماتے ہیں۔ برہما۔ رامچند۔ کرشن۔ یہ سب آدم کی اولاد تھے۔ اور ہندوؤں کے بعض فرقے مثلاً فرقہ کئی سدھ "سمادی لگا کر ہار چکے۔ مگر ایسے خدا کا انت نہ پا سکے ❊

ایسا ہی باوا صاحب فرماتے ہیں۔ کہ ہمارے لئے کوئی دوسرا اور دروازہ سوائے تیرے دروازے کے نہیں۔ کہ جہاں ہم جائیں آپ کی بھی قدر ہمیں دیتے ہیں۔ ہم کھاتے ہیں۔ اور نانک ایک ہی عرض کرتا ہے۔ کہ روح اور جسم یہ سب آپ ہی کے ہیں۔ آپ اگر یہ ہمیں نہ دیتے تو ہم کہیں سے یہ نہیں لے سکتے تھے۔ وہ شبد یہ ہے ؎

جیسا دیہیں تیسا ہو کھاؤ ❊ بیا در نہیں کے در جاؤ
نانک ایکہ کہے ارداس ❊ جیو پنڈ سب تیرے پاس

پھر خدا کے متعلق فرماتے ہیں۔ کہ وہ پیدا شدہ نہیں۔ اور یہ بھی نہیں کہ وہ کبھی کبھی انسانی جون لیکر کسی انسان کے گھر پیدا ہو جاتا ہے۔ بلکہ فرماتے ہیں ؎ (جپ جی صاحب)

"ایک اونکار ست نام کرتا پرکھ نربھو نرویر اکال مورت اجونی سے بھنگ گر پرشاد جپ آد سچ جگاد سچ ہے بھی سچ نانک ہوسی بھی سچ"

مطلب یہ کہ ایشور وحدہ لاشریک ہے۔ کوئی اس کا ثانی نہیں کل کائنات کا پیدا کرنیوالا۔ اور پھر عالم کو نابود کرنیوالا وہی ایک ہے۔ وہ ازلی ابدی ہے عدم اور نیست سے بری ہے۔ خالق کل ہے۔ بیم و خوف سے بری ہے۔ چونکہ وہ لاشریک ہے۔ اسلئے اس کو کسی سے عداوت نہیں۔ کیونکہ اس کا کوئی ہمسر نہیں۔ وہ موت سے بھی پاک ہے اور تمام صفات کاملہ کا منبع بھی وہی ہے پھر اسکے قبضہ و اختیار اور قدرت اور اقتدار کے متعلق باوا صاحب فرماتے ہیں ؎

بھے وچ پون دے سدواؤ ❊ بھے وچ چلے لکھ دریاؤ
بھے وچ اگن کڈھے دے گاہ ❊ بھے وچ دھرتی دے بیاہ
بھے وچ سورج بھے وچ چند ❊ کوہ کروڑی چلت نہ انت

یعنی یہ خدا ہی ہے۔ جسکے حکم کے ماتحت مختلف ہوائیں چل رہی ہیں۔ جس کے حکم کے ماتحت لکھو کھا دریا چل رہے ہیں۔ جس کے حکم کے ماتحت آگ جلتی ہے جس کے حکم کے ماتحت زمین سے طرح طرح کی نباتات پیدا ہوتی ہیں۔ جس کے حکم کے ماتحت سورج چاند اور تمام اجرام فلکی کا ظہور ہوتا ہے۔ اور جس کے حکم کے ماتحت وہ تمام کروڑوں میل عور پر گشت کرتے ہیں۔ پھر راگ آسا محلہ پہلا اشلوک ۲۲ میں صاف فرما دیا۔ کہ اوتار خدا نہیں ہو سکتے ؎

بون اپائے دھوی جن دھرتی جل اگنی کا بند کیا
اندھے دہسر مونڈ کٹایا۔ راون مار کیا وڈ بھیا
کیا او پیابتری آکھے جائے تو سرب میں رہیا لو لائے
جہاں اپائے جگت ہری کیتی کالی ناتھ کیا وڈ بھیا
کس تواں لیوا تھیو کیوں کہئے سرب نرنتر رو رھیا

ہے پرمیشور! تو دھن ہے۔ تو نے اپنی رحمانیت سے ہوا اور پانی اور آگ پیدا کر کے اس دنیا کو قائم کیا۔ اگرچہ اچھند نے دس سر جیسے کمینہ خواہشات رکھنے والے کو مار ڈالا۔ لیکن اس میں کوئی بہادری نہیں۔ اور اس سے وہ خدا نہیں بن گیا۔ اے رب العالمین ہم اس قدر کمزور ہیں۔ کہ تیری حمد و ثنا نہیں کر سکتے۔ جل و تھل اور بحر و بر میں تیرا ہی جلوہ ہے۔ اور خلقت تیرے ہی نور سے منور ہے۔ اے خالق ہم تیری کیا تعریف کریں۔ تو نے تمام چیزوں کو پیدا کیا۔ اے پرمیشور ہم تجھے نہ پرکھ (مرد) کہہ سکتے ہیں۔ اور نہ ناری (عورت) کیونکہ تو تو جنم مرن سے الگ ہے۔ جونوں سے نیارا ہے۔

غرض اس طرح باوا صاحب نے ہندوؤں کے اس عقیدہ کی تردید کی۔ جو وہ اوتاروں کے متعلق رکھتے ہیں۔ اور مسلمانوں کے اس عقیدہ کی تائید کی جو خدا اور اس کے ماموروں کے متعلق ان کا ہے۔ اور نہ صرف تائید ہی کی بلکہ اس کو تسلیم بھی کیا۔ اور اسی طرح اپنے عقیدہ کو خدا اور اوتاروں کے متعلق بتایا۔ جس طرح کہ مسلمانوں کا ہے اور جس طرح کا عقیدہ رکھنے کی مسلمانوں کو تعلیم دی گئی ہے۔

اسلام اور ہندو ازم پر باوا نانک کا بحیثیت مجموعی تبصرہ

پیارے بھائیو! اس قدر بتا دینے اور یہ بات آپ کے علم میں لا دینے کے بعد کہ گو باوا صاحب ہندوؤں کے گھر پیدا ہوئے۔ مگر وہ بچپن سے ہی ان سب باتوں سے نفرت رکھتے تھے۔ جو ہندوؤں میں بطور رسم و رواج اور مذہب کے جاری تھیں۔ چنانچہ یہ بات آپ لوگوں کو معلوم ہو گئی ہے۔ کہ باوا صاحب نے عین بچپن کے زمانہ میں رسم زنار بندی کی مخالفت کی۔ اور اسی طرح اور بعض رسوم سے بیزاری کا اظہار فرمایا۔ محض ہندوؤں کے گھر میں پیدا ہونے سے کوئی شخص ہندو نہیں ہو سکتا جب تک وہ اپنے اعمال اور کردار سے یہ ثابت نہ کر دے۔ کہ وہ ہندو ہے۔ اس کلیہ کو مدنظر رکھتے ہوئے کوئی شخص یہ دعویٰ نہیں کر سکتا۔ کہ باوا صاحب ہندو تھے۔ یہاں تک کہ سکھ بھی نہیں کہہ سکتے۔ کہ آپ ہندو تھے۔ باوا صاحب کے اعمال اور کردار عین مسلمانوں والوں تھے۔ ان کے عقائد ان کی شکل و صورت بلکہ بعض حالات میں کیا اکثر حالات میں ان کا لباس اور ان کی خوراک سب مسلمانوں والی تھی۔ چنانچہ آپ نے عین اس وقت جبکہ آپ رائے بلار کی کوششوں سے اپنی ہمشیرہ نانکی جی اور بھائی جیرام کے پاس سلطان پورہ (کپورتھلہ) میں پہنچے۔ اور آپ جیسے اللہ کے مودی نواب دولت خاں کے مودی خانہ میں بطور مودی مقرر ہوئے۔ تو آپ نے پھر بھی اللہ کی یاد کو نہ چھوڑا۔ بلکہ مودی گری جیسے نازک کام کے ذریعے بھی خدا ہی کی رضاء کو پایا۔ اور بالآخر سب کچھ چھوڑ کر "تیرہ۔ تیرہ" کہتے ہوئے خدا کے لئے ہو گئے۔

جوں جوں آپ کو خدا کی لگن بڑھتی گئی۔ توں توں آپ پر کھلتا گیا۔ کہ یہ لگن اگر پوری ہو سکتی ہے۔ اور اس کے پورا ہونے کے سامان اگر کہیں ہیں۔ تو اسلام میں ہی ہیں ہندو ازم میں انہیں کچھ نظر نہ آیا۔ اس لئے انہوں نے ہر موقعہ پر اس مذہب کا بطلان کیا۔ اور اسلام میں انہیں سب کچھ دکھائی دیا۔ اس لئے آپ نے اس کی تلقین شروع کر دی۔ اور خود بھی اس کے احکام کے مطابق عمل کرنا شروع کر دیا۔ آپ نے مسجدوں میں جانا۔ نمازیں پڑھنا۔ اذانیں دینا۔ روزے رکھنا۔ قرآن شریف کی تلاوت کرنا۔ حج کرنا۔ اسلامی صوفیاء کے طریق پر مشائخ اور بزرگوں کی قبروں پر مراحل روحانی طے کرنے کے لئے چلے کاٹنا۔ اسلامی مقامات کا سفر کرنا۔ اسلامی طرز کا لباس زیب تن کرنا۔ اسلامی طرز کی خوراک کھانا۔ دوستوں اور پاس بیٹھنے والوں کو اسلام اور اسلام کے خدا اور اسلام کے نبی اور اسلام کی کتاب کی باتیں سنانا شروع کر دیں۔ غرض اپنے آپ کو من کل الوجوہ مسلمان بنا لیا چنانچہ یہاں تک عظمت اسلامی آپ کے دل میں جاگزیں ہوئی۔ کہ آپ نے نواب صاحب کو بھی جو کہ مسلمان تھے۔ اسلامی عظمت سے لبریز شبد سنانے شروع کر دیئے۔ چنانچہ آپ نے نواب صاحب کو مخاطب کر کے فرمایا ؎

(وار ماجھ محلا پہلا شلوک ۸)

مسلمان کہاون مشکل جاں ہوئے تاں مسلمان کہلائے
اول اول دین کر مٹھا مشکل مانا مال مساوے
ہوئے مسلم دین مہانے مرن جیون کا بھرم چکاوے
رب کی رضا منے سر اوپر کرتا منے آپ گواوے
تیوں نانک سرب جیاں مرت ہوئے تاں مسلمان کہاوے

یعنی مسلمان ہونے کا دعوےٰ کرنا آسان ہے۔ مگر یہ مشکل ہے۔ کہ سچے مسلمانوں جیسے کام کئے جائیں۔ پہلے اپنے ایمان کو پختہ کرنا چاہیئے۔ اور پھر اس کوچہ میں قدم رکھنا چاہیئے۔ ایسا آدمی جو اپنے ایمان کو پختہ کر کے اور خلوص دل سے مسلمان ہو گا۔ وہی دنیا کے رنج و محن سے نجات پائے گا۔ اللہ تعالےٰ پر ایمان لائے۔ خدا کی رضا کو مقدم سمجھے۔ خودی کو دور کرے اور مخلوق اللہ پر رحم کرے۔ تب مسلمان ہونے کا دعوےٰ کرے۔

ایسا ہی وار ماجھ محلا پہلا شلوک ۷ میں فرماتے ہیں ؎

ہر مسیت صدق مصلےٰ حق حلال قرآن
شرم سنت سیل روزے ہوئے مسلمان
کرنی کعبہ سچ پیر کلمہ کرم نواز
تسبیح شانت سبھاوسی نانک رکھے لاج

مسجد میں جانے سے انسان کے اندر تضرع پیدا ہوتی ہے اور مصلےٰ پر قدم رکھنے سے صدق اور قرآن شریف کی تلاوت سے حق حلال میں امتیاز ہو جاتا ہے۔ آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سنت پر عمل کرنے سے دل میں شرم اور حیا پیدا ہوتی ہے۔ اور روزے رکھنے سے شانتی۔ اطمینان قلب اور صبر حاصل ہوتا ہے۔ اور نیک کام کعبہ کے حکم میں ہیں۔ جس کی طرف منہ کرنا چاہیئے۔

یہ نواب دولت خاں ہی کی کوئی خصوصیت نہیں تھی۔ کہ آپ نے اس کے سامنے اس قسم کی باتیں بیان فرمائیں۔ بلکہ آپ ہر موقعہ پر اور ہر مقام پر اس قسم کے نکات معرفت بیان فرماتے۔ جو سراسر اسلامی قدوسیت اور اسلامی عظمت سے لبریز ہوتے۔ اور پھر یہ ہندوستان ہی نہ تھا۔ کہ آپ یہاں کے لوگوں کو اس قسم کی پند و موعظت فرماتے۔ بلکہ ہندوستان سے باہر بلاد اسلامیہ میں بھی آپ کا یہی طریق تھا۔ اور آپ وہاں بھی اسی طرح اسلام اور توحید الٰہی بیان فرماتے ہیں۔ مگر ہندو مذہب کی جہاں بھی گئے۔ تردید ہی کی۔ اور بطلان ہی کیا۔ اور کبھی اس کے متعلق یہ نہ فرمایا کہ اس کے حکموں کو مانو۔ اس کی وجہ یہی تھی۔ کہ آپ اسے ایک مردہ مذہب سمجھتے تھے۔ اور اسے اس قابل نہیں جانتے تھے۔ کہ لوگوں کی نجات کا باعث ہو سکتا ہے غرض باوا صاحب نے جب تعلیم دی اسلامی عقائد ہی کی تعلیم دی۔ اخلاق اگر پیش کئے تو اسلامی۔ توحید اگر پیش کی تو اسلامی۔ خدا اگر پیش کیا تو اسلامی۔ رسول اگر پیش کیا تو اسلامی۔ کتاب اگر پیش کی تو اسلامی۔ کلمہ اگر پیش کیا تو اسلامی۔ حج اگر پیش کیا تو اسلامی۔ اذان اگر پیش کی تو اسلامی۔ نماز اگر پیش کی تو اسلامی۔ بہشت اور دوزخ اگر پیش کیا تو اسلامی۔ غرض ہر بات جو پیش کی وہ اسلامی پیش کی۔ چلے بھی اگر کاٹے۔ تو اسلام ہی کے ایک فرقہ کے طریق پر کاٹے۔ سفر بھی اگر کئے تو وہ بھی اسلامی روح کے ماتحت کئے۔ مشائخ اور فقراء اور صوفیاء سے اگر ملاقاتیں کیں تو وہ بھی اسلامی اغراض اور اسلامی استفادہ کے لئے کیں۔ القصہ باوا صاحب کی ہر بات اسلام میں ڈوبی ہوئی تھی۔ اور الہام کے ذریعہ بھی خدا نے انہیں اسلام کی ہی تلقین کی۔ اور خود انہیں بتایا۔ پڑھایا اور سکھایا۔ کہ صرف اور صرف اسلام ہی ایک زندہ مذہب ہے

سلطان ابن سعود کی مخالفت
ان کے حامیوں کی طرف سے

واقعات حجاز کے متعلق سلطان ابن سعود کے حامیوں اور مخالفین میں جو طوفان بے تمیزی برپا ہے۔ وہ ابھی کم نہیں ہوا۔ کہ خود سلطان موصوف کے حامیوں میں سے ان کی مخالفت کرنے والے کھڑے ہو گئے ہیں۔ ذیل میں صرف ان دو تین اخباروں کے اقتباس درج کئے جاتے ہیں۔ جو کل تک سلطان موصوف کی تعریف و توصیف میں زمین و آسمان کے قلابے ملا رہے تھے۔ دراصل اس قسم کی تلون مزاجی نتیجہ ہے اس بات کا۔ کہ مسلمان کسی ایسے لیڈر اور راہنما کی راہ نمائی سے محروم ہیں۔ جو صحیح رستہ پر انہیں چلا سکے اور آئے دن کی ٹھوکروں اور قلابازیوں سے بچا سکے۔

اخبار مدینہ ۱۷ جنوری لکھتا ہے:۔ "جدہ کے ایک پیغام کا خلاصہ ہے۔ کہ سلطان ابن سعود نے حجاز اور مکہ معظمہ پر اپنی بادشاہت کا اعلان کر دیا ہے۔ ہم ان تمام اعلانات کو دیکھتے ہوئے جو سلطان ابن سعود کی طرف سے ... صادر ہوئے ہیں۔ اور وہ خطوط جو ہندوستان میں مختلف قائدین کے نام آئے ہیں۔ ایک لحظہ کیلئے بھی اس خبر پر اعتماد نہیں کر سکتے۔ درحالیکہ جدے کا ایک پیغام ہو۔ اور وہ بھی ریوٹر کی زبانی۔ بفرض محال ایسا بھی ہوا۔ تو ہم ببانگ دہل پھر عرض کرینگے۔ کہ چاہے سلطان ابن سعود ہوں یا غازی مصطفےٰ کمال پاشا یا دنیا کا اور کوئی شخص مسلمانان ہند یہ گوارا ہی نہیں کر سکتے۔ کہ سرزمین حجاز کسی شخصیت کسی بادشاہت میں ہو۔ اگر سلطان ابن سعود نے ایسا کیا۔ تو یاد رکھنا چاہیئے۔ کہ ہندوستان کے مسلمانوں کی دوستی اور اعتماد کی نعش کے ساتھ ان کے اقتدار اور ہر دلعزیزی کا بھی جنازہ نکل جائیگا۔ اور تمام اعمال گذشتہ کی حسنات کی نہایت مکروہ تصویر دنیا کے سامنے پیش ہوگی۔"

الامان ۱۵ جنوری لکھتا ہے:۔ "ابن سعود کی ملوکیت حجاز کا اعلان یقیناً عالم اسلامی کے لئے ایک دردناک اور بہت ہی عبرت آموز حادثہ ہے۔ تاہم مسلمانوں کو چاہیئے۔ کہ وہ رب السموات والارض پر نظر رکھیں۔ اور کسی قسم کی مایوسی کو دل میں جگہ نہ دیں۔ اس خبر کا دل پر اس قدر اثر ہے۔ کہ تقریباً تمام قواء فکریہ معطل ہیں۔"

الجمعیتہ ۱۸ جنوری لکھتا ہے "ہم اس خبر کو سن کر سخت متحیر ہوئے۔ کیونکہ ابن سعود نے ایک دو مرتبہ نہیں۔ بلکہ اس سے بہت زیادہ مرتبہ اعلان کیا ہے۔ کہ وہ حجاز پر تسلط رکھنے کے خواہشمند نہیں۔ ان کا مقصد صرف یہ تھا۔ کہ حجاز کو شریفی دور ظلم و جبر سے نجات دلا کر صحیح معنوں میں اسلام کا حقیقی مرکز بنا دیں۔ ان کا یہ بھی اعلان تھا۔ کہ وہ:

ہندوستان کی خبریں

—— یکم اپریل ۱۹۲۶ء سے نارتھ ویسٹرن ریلوے کے کرایہ میں حسب ذیل تخفیف ہو جائے گی:

—— اول درجہ کا موجودہ کرایہ اول تین سو میل تک ۲۴ پائی فی میل ہے۔ اور اس کے بعد ۱۸ پائی فی میل ہے لیکن اب بلا قید فاصلہ ۱۸ پائی فی میل کے حساب سے کرایہ لیا جائیگا

دوسرے درجے کا موجودہ کرایہ تین سو میل تک ۱۳ پائی فی میل اور مزید فاصلے کے لئے ۹ پائی فی میل ہے اب کرایہ بلا قید فاصلہ ۹ پائی فی میل کر دیا جائے گا۔

درمیانی درجے کا موجودہ کرایہ فی میل ۵ پائی ہے اب ۵۰ میل تک ۵ پائی فی میل اور اس کے بعد $4\frac{1}{2}$ پائی فی میل لیا جائے گا۔

تیسرے درجے کا موجودہ کرایہ $3\frac{1}{2}$ پائی فی میل ہے۔ اب ۵۰ میل تک $3\frac{1}{2}$ پائی فی میل۔ اور اس کے بعد تین پائی فی میل لیا جائے گا۔

—— لاہور ۱۷ جنوری۔ سردار جوگندر سنگھ ممبر کونسل آف سٹیٹ کو وزیر زراعت پنجاب مقرر کیا گیا ہے۔ رائے صاحب چودھری چھوٹو رام وزیر تعلیم بنائے گئے ہیں۔

—— پنجاب لیجسلیٹو کونسل میں یہ ریزولیوشن نامنظور کر دیا گیا ہے کہ ذیلداروں کا تقرر بذریعہ انتخاب ہوا کرے۔

—— ڈاکٹر گوکل چند کی یہ تحریک بھی گر گئی۔ کہ کسی ریزولیوشن پر آخری بولنے کا حق محرک کو ہو۔ زمینداران نے گورنمنٹ کا ساتھ دیا۔

—— رنگون ۱۴ جنوری۔ غیر برہمی ملازمین کے اخراج کا قانون جسے مجلس مقننہ برہما نے گذشتہ ستمبر ۱۹۲۵ء میں پاس کر دیا تھا۔ اور جس پر ہندوستان میں اس قدر احتجاج کیا گیا تھا۔ اسے بالآخر ہز اکسلنسی وائسرائے نے اپنی منظوری دے ہی دی۔ پورا قانون آئندہ ہفتہ کے "برہما گزٹ" میں شائع ہو جائے گا۔

—— بڑودہ ۱۵ جنوری۔ ہز ہائی نس مہاراجہ بڑودہ نے اپنی جوبلی کی خوشی میں اپنی رعایا کو بہت سے حقوق اور مراعات عطا فرمائے ہیں۔ جن میں سے ایک سب سے بڑی رعایت یہ ہے۔ کہ انہوں نے اپنی رعایا کا تمام بقایا مالگذاری معاف کر دیا ہے۔ جو تقریباً سو لاکھ روپیہ ہوتا تھا۔ دوسری رعایت ان کے ساتھ یہ کی گئی ہے کہ دھنی کا محصول اٹھا دیا گیا ہے۔

—— لالہ گھنشام داس سب جج دہلی کی میز پر سے دوران مقدمہ میں ۱۲ ہزار روپیہ کا پرومیسری نوٹ غائب ہو گیا۔ اسی وقت

—— ۵ جنوری ۱۹۲۶ء کو موضع لال سوٹ علاقہ جے پور کی مسجد عالمگیری پر ہندو ... میں سخت فساد ہو گیا۔ چونکہ ہندوؤں کی تعداد بہت زیادہ تھی۔ اس سے تین مسلمان مار دیئے گئے۔ ہندوؤں میں سے کوئی زخمی بھی نہیں ہوا۔ سنا گیا ہے۔ کہ آریوں کی ایک جماعت دیہات میں گشت لگا کر عام ہندوؤں کو مسلمانوں کے خلاف بھڑکا رہی ہے۔ اس فساد میں ہزارہا ہندو جن میں تاگے بھی جو ریاست کے ملازم ہیں شامل تھے۔ مسجد کا غسل خانہ دروازہ اور ممبر توڑ دیئے گئے ہیں۔

—— مدراس ۱۵ جنوری۔ سورج گرہن کی وجہ سے کل ہزارہا ہندوؤں نے سمندر میں اشنان کیا۔ چار افراد کے غرقاب ہونے کی رپورٹیں وصول ہوئی ہیں۔ جن میں دو مرد اور دو لڑکے تھے۔ پولیس نے کئی اشخاص کو غرقاب ہونے سے بچایا۔

ممالک غیر کی خبریں

—— بغداد ۱۴ جنوری۔ گذشتہ رات کو برطانیہ کے قائم مقام ہائی کمشنر مسٹر بورڈلن اور عراق کے وزیر اعظم عبدالمحسن بے نے عراق اور برطانیہ کے جدید عہد نامہ پر دستخط کر دیئے۔ یہ عہد نامہ پچیس سال تک نافذ العمل رہے گا۔ عہد نامہ کے شرائط چند روز بعد شائع کئے جائیں گے اور عہد نامہ کو تصدیق و توثیق کے لئے وزارت عراق کے سامنے پیش کیا جائیگا۔

—— یورپ میں قیامت خیز سیلاب آ گئے۔ بیس ہزار مکان گر گئے۔ اور ساٹھ ہزار مزدور بے کار ہو گئے۔

—— پیرس ۱۲ جنوری۔ ایک سرکاری کمیونکے مظہر ہے۔ کہ شامی مندوبین کے انتخابات کے سلسلہ میں با جگذار سرداروں میں ایک دوسرے کی مخالفت کا نتیجہ یہ ہوا۔ کہ حلب میں ایک فساد ہو گیا۔ جہاں سرداروں نے ایک قید خانہ پر اس غرض سے حملہ کرنے کا منصوبہ کیا۔ کہ قیدیوں کو رہا کر کے اپنی سرگرمیوں میں ان سے مدد لی جائے۔ پولیس اور فوج نے اس فساد کو فرو کر دیا ہے۔ ایک پولیس کا آدمی اور چھ بلوائی ہلاک اور طرفین کے چند آدمی مجروح ہوئے ہیں۔ زخمیوں میں ایک فرانسیسی افسر شامل ہے۔

—— زار روس کا وہ مرصع تاج جس میں کئی الماس و یاقوت جڑے ہوئے ہیں۔ اور جس پر تیس لاکھ پونڈ صرف ہوئے تھے۔ عنقریب نیویارک (امریکہ) میں بذریعہ نیلام فروخت کیا جائے گا۔

—— پیرس ۱۴ جنوری۔ دمشق کا ایک پیغام مظہر ہے۔ کہ ... اور ... کے مابین پچاس میل تک ریلوے کی لائن منقطع کر دی